مسئلہ توسل و استعانت کی تحقیق

شمس الایمان

مولانا محمد محی الدین عثمانی بدایونی



شمس الایمان

تصنیف

حضرت مولانا محی الدین قادری عثمانی

ابن

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترتیب و تصحیح

عبدالعلیم قادری مجیدی

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

سلسلۂ مطبوعات ۷۶

کتاب: شمس الایمان
مصنف: مولانا محی الدین قادری بدایونی
سنہ تالیف: ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء
طبع اول: ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء
طبع جدید: جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ/مئی ۲۰۱۲ء

برائے ایصال ثواب
حاجی عبدالرحمٰن قادری قریشی بدایونی

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.com

Distributor
Maktaba Jam-e-Noor
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Phone : 011-23281418
Mob. : 0091-9358563720

Distributor
Khwaja Book Depot.
419/2,Matia Mahal
Jama Masjid, Delhi-6
Mob. : 0091-9313086318

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسیدالحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم سفر ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۷۰ رکتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، اکابر بدایوں کی سیرت و سوانح، باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم و جدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل سلجھا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج الفحول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادۂ قادریہ سے وابستہ علما، مشائخ اور ادبا و شعرا کی قدیم و نایاب تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے، اور ان عظیم شخصیات کے علوم و معارف اور ان کی حیات و خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے، بفضلہٖ تعالیٰ اکیڈمی نے اس سمت میں بھی کامیاب کوششیں کی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سیکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

ابتدائیہ

تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی اورآپ کے اخلاف وتلامذہ نے بدعقیدگی، فکری انحراف اور اہانت انبیا واولیا کی تحریک کے خلاف اصلاح عقائد، فکری اصالت، اورتحفظِ ناموسِ رسالت کی جوتحریک بپا کی تھی، زیرنظرکتاب ''شمس الایمان'' اسی سلسلہ احقاق حق وابطالِ باطل کی ایک کڑی ہے۔ جو اپنی اشاعت اول کے تقریباً ۱۶۷ر سال بعد دوبارہ منظر عام پر آرہی ہے۔

مصنف کتاب مولانا محمد محی الدین عثمانی قادری بدایونی خانوادۂ قادریہ بدایوں کے چشم وچراغ ہیں، آپ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے، تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے برادر اکبر، مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری کے دادا، اور مولانا عبدالماجد بدایونی ومولانا عبدالحامد بدایونی کے پردادا تھے۔

۱۷ر صفر ۱۲۴۳ھ/ستمبر ۱۸۲۷ء کو بدایوں میں ولادت ہوئی، '' مظہر محمود'' تاریخی نام ہے، تعلیمی مراحل اپنے والد ماجد مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کی درس گاہ میں طے کیے، معقول ومنقول پر یکساں مہارت حاصل ہوئی، بالخصوص فن طب پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

اپنے محترم دادا حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اورآپ کی صحبت وتربیت میں منازل سلوک طے کیے، تصنیف وتالیف کا ذوق ورثے میں پایا تھا، آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات کا ذکر ملتا ہے:

(۱) طب میں شیخ رئیس بوعلی سینا کی کتاب القانون کا حاشیہ

(۲) حاشیہ رسالہ میرزاہد

(۳) رسالہ شمس الایمان بجواب سراج الایمان

مدرسہ قادریہ میں مسند درس بھی آراستہ کی، آپ کی درس گاہ سے متعدد تشنگان علم نے استفادہ کیا۔

اپنے ماموں مولوی غلام حیدر سے ملاقات کرنے کے لیے سہارن پور تشریف لے گئے تھے،

وہیں طبیعت خراب ہوئی اور وقت موعود آپہنچا، ۶ر ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء کو محض ستائیس سال آٹھ ماہ کی عمر میں وفات پائی، وہیں حضرت شاہ نور کی درگاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔(۱)

آپ کے بارے میں مولانا ضیاء القادری بدایونی نے لکھا ہے:

> خدائے پاک کو تھوڑے دن اس پاک ذات کو دنیا میں رکھنا تھا اس وجہ سے ہزاروں خوبیاں ہزاروں اوصاف آپ کی ہستی میں جمع کر دیے تھے۔ جوانی میں مراتب باطنی اور مدارج روحانی بھی شباب پر پہنچے ہوئے تھے۔ بزرگ ومقدس دادا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر شیخ کی خدارس نگاہوں کے سہارے منزل قرب کا طواف ہر وقت میسر تھا۔ بیس برس تک جد امجد کی حضوری میں رہ کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کی حضوری کے مزے اُڑائے۔ زہد واتقا کی شان چہرے سے چمک چمک کر نمایاں ہونے لگی غرض یہ کہ آپ کی ذات تھوڑی عمر میں مستجمع صفات تھی، درس وتدریس کا شغل، تصنیف وتالیف کا شوق، عبادت وریاضت کا کمال وطب وحکمت کا اشتیاق سب ہی کچھ تھا(۲)

زیر نظر رسالہ ''شمس الایمان'' آپ کی اہم تصنیف ہے۔ اس رسالے کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے ''احقاق حق'' اور ''سراج الایمان'' کا تعارف کرانا ضروری ہے۔

مسئلہ توسل واستعانت کے موضوع پر حضرت سیف اللہ المسلول نے فارسی زبان میں تحقیقی کتاب ''احقاق حق وابطال باطل'' تصنیف فرمائی تھی، اس کتاب کا سنہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا، ہمارے اندازے کے مطابق یہ ۱۲۶۵ھ/ ۴۹-۱۸۴۸ء یا اس سے ایک آدھ سال پہلے کی تصنیف ہے، ''احقاق حق'' کے مباحث کو حضرت نے دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے، پہلی فصل میں قرآن کریم، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ وتابعین، اقوال مجتہدین ومحدثین اور ائمہ ومشائخ کے اوراد وشغال کی روشنی میں توسل واستعانت کے جواز پر بحث کی ہے اور انصاف کی بات ہے کہ بہت خوب کی ہے،

---

(۱) دیکھیے: اکمل التاریخ: محمد یعقوب ضیاء القادری، ج ۲/ص ۱۹۲/۱۹۳، مطبع قادری بدایوں ۱۶-۱۹۱۵ء

(۲) مرجع سابق: ص ۱۹۲/۱۹۳

دوسری فصل میں شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان کی بعض عبارتوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، کتاب کا یہ حصہ بھی مصنف کی تحقیقی گہرائی اور تنقیدی بصیرت کی عمدہ دلیل ہے۔

''احقاق حق'' کی اشاعت اول کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہوسکیں، ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ حضرت سیف اللہ المسلول کی کتاب ''البوارق المحمدیہ'' کے حاشیے پر شایع ہوا ہے، اس پر سنہ طبع درج نہیں ہے، قیاس ہے کہ یہ ۱۲۸۹ھ اور ۱۳۱۹ھ کے درمیان کی اشاعت ہے۔ چند برس پہلے اس بے بضاعت راقم سطور نے اس کتاب کا اردو ترجمہ، ضروری تحقیق وتخریج کے ساتھ کیا تھا جو تاج الفحول اکیڈمی بدایوں سے ۲۰۰۷ء میں شایع ہوا۔

احقاق حق کے جواب میں سہسوان (ضلع بدایوں) کے ایک غیر مقلد عالم مولانا سید سراج احمد سہسوانی (۱) نے رسالہ'' سراج الایمان'' تصنیف کیا، سید سراج احمد سہسوانی کے بیٹے سید عبدالباقی سہسوانی لکھتے ہیں:

> مولوی محمد فضل رسول صاحب بدایونی نے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید کی کتاب تقویت الایمان کا رد لکھ کر بنام'' احقاق حق'' شایع کیا۔ جب وہ لکھنؤ میں آپ (مولانا سراج سہسوانی) کی نظر سے گذرا تو بہ فرمائش بعض اہل حق آپ نے اس کا محققانہ ومنصفانہ جوابِ باصواب ایک جلسے میں تصنیف فرما کر بیت السلطنت لکھنؤ میں طبع کرادیا۔ تصانیف علمائے

---

(۱) سید سراج احمد بن خواجہ سید آل احمد نقوی مودودی سہسوانی کی ولادت ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء اور وفات ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء میں ہوئی، اکثر کتب درسیہ مفتی شرف الدین رامپوری سے پڑھیں، پھر لکھنؤ میں ابوالبرکات مولانا تراب علی لکھنوی اور علامہ اسماعیل لندنی مرادآبادی سے تکمیل درس کی، شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی کچھ استفادہ کیا۔ درس وتدریس کے علاوہ قلمی خدمات بھی انجام دیں مگر تصانیف دست برد زمانہ کا شکار ہوئیں جن میں بقول ان کے صاحبزادے کے'' اکثر حصہ رد شرک وبدعت وحمایت توحید وسنت میں تھا''، اس جملے سے ان کی افتاد طبع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، موصوف مسلک عدم تقلید پر گامزن تھے، شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار ونظریات سے بے حد متاثر تھے، اسی لیے ان کے دفاع میں تحریری و تقریری طور پر کوشاں رہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: حیات العلما: سید عبدالباقی سہسوانی، ص ۳۶ر تا ۴۳ر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، ۲۰۱۰ء)

سہسوان سے پہلی کتاب یہی ہے جو زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی اور اپنے باب
میں لاجواب سمجھی گئی۔اس کا نام سراج الایمان ہے(۲)

اس رسالے کا سنہ تصنیف یا سال طبع معلوم نہیں ہوسکا، اس کے جواب میں رسالہ شمس الایمان لکھا گیا جو ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ/ اکتوبر ۱۸۵۰ء میں طبع ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسالہ سراج الایمان ۱۲۶۶ھ کے اوائل یا ۱۲۶۵ھ کے اواخر میں تصنیف کیا گیا ہوگا۔ سراج الایمان کا مطبوعہ نسخہ ہماری نظر سے نہیں گذرا، البتہ مولانا آزاد عربی اینڈ فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک، راجستھان) میں اس کا ایک قلمی نسخہ (زیر رقم: عقائد فارسی/974--1,2) موجود ہے، ہم نے اپنے سفر ٹونک (۱۶/۱۷/جنوری ۲۰۱۲ء) کے دوران اس کا مطالعہ کیا ہے، یہ متوسط سائز کے ۳۳/اوراق پر مشتمل ہے، اس نسخے کی کتابت جمعہ ۲۹/شعبان ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) کو مکمل ہوئی ہے۔

رسالہ سراج الایمان میں مصنف نے رسالہ ''احقاق حق'' کو ''ابطال حق'' کے نام سے موسوم کیا ہے، جہاں بھی احقاق حق کی عبارت نقل کرتے ہیں تو لکھتے ہیں ''مصنف ابطال حق می نویسد''۔

زیر نظر رسالہ شمس الایمان اسی رسالہ سراج الایمان کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے، یہ متوسط سائز کے ۲۶/صفحات کا رسالہ ہے جو مطبع دہلی اردو اخبار دہلی سے ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ/ اکتوبر ۱۸۵۰ء میں شایع ہوا۔

اس رسالے میں اولاً رسالہ احقاق حق کی فصل اول کا خلاصہ درج کیا گیا ہے، اس کے بعد رسالہ سراج الایمان کے ایرادات واعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ رسالے کے مباحث دیکھ کر مصنف کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے، ساتھ ہی تنقید اور جواب تنقید کا معقولی اور سنجیدہ اسلوب بھی اس رسالے کی نمایاں خصوصیت ہے۔

ترتیب جدید: رسالے کی ترتیب جدید اور تصحیح کا کام عزیزی حافظ عبدالعلیم قادری مجیدی نے انجام دیا ہے، عزیز موصوف مدرسہ قادریہ میں زیر تعلیم ہیں، یہ ان کی پہلی کوشش ہے، جس کو انہوں نے

---

(۱) حیات العلما: سید عبدالباقی سہسوانی، ص ۱۴۱، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، ۲۰۱۰ء

پوری محنت اور دلچسپی سے انجام دیا ہے، میں ان کے روشن مستقبل کے لیے دعا گو ہوں۔

رسالے کی ترتیب جدید میں کسی قسم کا کوئی حذف واضافہ نہیں کیا گیا ہے، صرف سابقہ طباعت میں موجود اغلاط کتابت کی تصحیح، پیرا بندی اور املا کی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ بعض جگہ ورق کے بوسیدہ ہونے یا کتابت کی غلطی کے سبب لفظ سمجھ میں نہیں آیا، ایسے مقامات پر نقطے (......) لگا کر جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

رسالے میں وارد عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا جا سکتا تھا یہ ایک اردو داں قاری کے لیے مفید ہوتا، مگر فی الحال رسالہ اپنی اصل صورت میں شایع کیا جا رہا ہے، اس وقت میری ترجیح یہی ہے کہ جلد از جلد اکابر کا یہ سرمایہ شایع ہو کر محفوظ ہو جائے، ایک بار یہ ذخیرہ منظر عام پر آ کر محفوظ ہو گیا تو ترجمہ، تخریج اور تحقیق کے باقی مراحل بعد میں بھی انجام دیے جا سکتے ہیں۔

رب قدیر و مقتدر تاج الفحول اکیڈمی کی دینی خدمات قبول فرمائے اور کارکنان کو مزید خدمات کی توفیق و حوصلہ عطا فرمائے۔

۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ | اسید الحق قادری بدایونی
اتوار ۱۵؍ اپریل ۲۰۱۲ء | خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

الحمدللّٰه فاتح ابواب الخير والسعادات وواهب الكرامات للاولياء و اصحاب الطاعات لاتباع حبيبهٖ و محبوبهٖ سيد السادات والصّلوة والسلام على رسولهٖ الاعظم ونبيهٖ الاكرم و حبيبهٖ و محبوبهٖ سيد العرب والعجم سيدنا و شفيعنا محمد ﷺ الذى قال له قل ان كنتم تحبون اللّٰه فاتبعونى يحببكم اللّٰه و على آلهٖ ذوى الشمم واصحابهٖ ذوى الهمم واولياء امتهٖ الّذين هم خلفاء ه لهداية العالم.

بعد حمد وصلوۃ کے بندۂ مسکین محمد محی الدین خدمت میں اربابِ انصاف و دیانت کی عرض کرتا ہے کہ حضرتِ دیں پناہ ظل اللہ مروج الحق والسداد ماحی الكفر والشرك والفساد والمولى المفضل المقبول مولانا واستاذ نا مولوی فضل رسول مد اللّٰه ظلال افضالهٖ على رؤوس المسترشدين نے واسطے تنبیہ اہلِ بدع اوراہوا کی کہ فتنہ اُن کا اطراف وجوانب میں پھیل رہا ہے اور بروز نئے نئے عقیدے خلاف سواد اعظم کے نکالنا اور تمام امت مرحومہ کو کافر مشرک ٹھہرانا وتیرہ اُن کا ہے۔ بہت رسائل رد مذہب باطل ان کے میں واسطے ہدایت عوام وخواص امت محمدیہ (على صاحبها افضل الصلوٰة والتسليمات) کی تصنیف فرمائے ہیں اوراب تک بفحواء الحق يعلوا ولا يعلى کے کسی نے سرآمد علما اس فرقے سے جرأت جواب اُن کی نہ پائی اور عار سکوت اختیار کی اور بھی جو لوگ کہ ذہنِ سلیم اور فہمِ مستقیم رکھتے تھے اُنہوں نے بادیۂ ضلالت سے میدانِ ہدایت کی طرف رجوع کیا، مگر جہال متعصبین کو کبر مصداق من اتخذ اللّٰه هواه اور ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نولهٖ ماتولى ونصلهٖ جهنم وساء ت مصيرا کے ہیں موجب زیادہ تعصب اور نفاق کا ہوا اعاذنا اللّٰه من ذلك بحرمة النبى وآله الامجاد۔

اور منجملہ رسائل مصنفہ حضرت مولانا مدظلہ العالی کے ایک رسالہ فقط مبحث ندا واستعانت میں ہے کہ زمان سابق میں جمع فرمایا تھا نام اُس کا ''احقاق الحق اور ابطال الباطل'' ہے اُس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل پہلی میں استعانت وندا کو احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ صحابہ اور مفسرین ومحدثین اور تابعین و تبع تابعین اور علمائے متاخرین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت کیا۔

دوسری فصل میں شکوک مخالفین کے نقل فرما کر جواب اُن کے تحریر فرمائے۔ اور یہ رسالہ اکثر اطراف وجوانب میں مشہور ہے، سوفی الحال ایک رسالہ ''سراج الایمان'' نام منسوب طرف سراج احمد سہسوانی کے بنام نہاد جواب اس ہدایت نامے کے اس احقر کی نظر سے گذرا، اس شخص نے عجب کام کیا ہے کہ اکثر شکوکِ مردودہ خواہ اسی رسالے میں سے دیکھ کر بحذفِ جواب، خواہ سن کر نقل کر لیے ہیں اور اس پر بہت زبان درازی بے محل کہ لازمہ جہالت اور تعصب کا ہے، شروع کی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اگر چہ لغویت اُس کی ہر ذی عقل پر اظہر من الشمس ہے اور محتاج بیان نہیں لیکن تنبیہ جہال نہایت ضرور، اس واسطے مَیں نے بہ تحریک بعض احبابِ باصفا کے جواب اُس کا اظہاراً للحق لکھا، اور نام اُس کا ''شمس الایمان'' رکھا۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ آمین برحمتک یاارحم الراحمین.

اقول مستعیناً بفضل الرسول المقبول مہربان! یہ جو تم نے لکھا کہ:

چند اجزائے متفرقہ اُس کے کہ مصحح بقلم خاص مصنف کے ہیں مجھ کو دستیاب ہوئے، لہٰذا جواب اس کا اظہاراً للصواب لکھا۔ انتہٰی

حال یہ ہے کہ طریقِ صواب تو اس میں منحصر تھا کہ اول تمام کلام بہم پہنچاتے اور پھر اُس کو اپنی قوتِ فکر یا دوسرے سے کما ینبغی سمجھتے، من بعد جو کچھ شکوک وشبہات ہوتے اُن کا دفع چاہتے، جو کہ ایسا نہ ہوا۔ صرف اجزائے متفرقہ کے دستیاب ہونے سے بے اس کے کہ اُن میں بھی خوض وتامل کرو جواب لکھا، خطا کی اور یہی منشا اکثر شبہات کا ہوا کہ اگر تمام رسالے کو دیکھتے تو یہ دھوکے نہ کھاتے کہ اکثر شکوک کے جواب صراحۃً یا ضمناً اُس میں موجود، بلکہ بعضے شبہ مخالفین کے نقل کر کر جواب دیا

گیا ہے کہ وہی شبہ خواہ اسی رسالے میں سے دیکھ کر، خواہ سن کر نقل کرتے ہو اور یہ خبر نہیں کہ اس شبہ کا جواب صاف وصریح اس میں موجود ہے، بہر حال اب ضرور ہوا کہ خلاصہ اس رسالے کا اول بزبان ہندی لکھ دیا جائے تا کہ تم اس کو دیکھ کر حقیقۃ الحال دریافت کرو، کیوں کہ تم نے جو تمام کتاب نہیں دیکھی، ہنوز تم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ مدعی کون؟ اور متعرض کون؟ اور دعوی کیا؟ اور موضوعِ بحث اور مادۂ نزاع کیا ہے؟ کہ یہ سب ضرور تھا اور موقوف تھا تمام کلام کے دیکھنے پر وہ تو نہ کیا اور ادّعا کیا ایک امر غیر ضروری کا، یعنی ہونا ان اجزا کا مصحح بقلم خاص مصنف کہ مطلق تصحیح مصحح کافی ہے اور اگر تصحیح قلم خاص مصنف شرط ہو تو عرصہ بہت تنگ ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک مرد صالح ایک درود پڑھتا تھا کہ اس میں الفاظ مثل **السلام علیک ایھا النبی الکریم السلام علیک ایھا الرسول الرحیم** واقع تھے۔ ایک شخص نے فرقۂ اسمٰعیلیہ سے اسے منع کیا اور مدعی ہوا کہ قاری اس کا مشرک ہو جاتا ہے، قاری نے جناب ہدایت مآب سے پوچھا ارشاد فرمایا کہ ''کوئی وجہ عدم جواز کی معلوم نہیں ہوتی''، مدعی نے سن کر معرفت قاری کے ایک رقعہ لکھا کہ ''شرک واضلال سے توبہ کرو اور تقویۃ الایمان کو دیکھو'' اُس کے جواب میں ارقام فرمایا کہ ''خط لانے والا تمہارے لکھنے کے موافق مرد صالح و دیندار ہے اُس کے پاس اجازت شاہ عبدالعزیز صاحب کی واسطے پڑھنے اسم مبارک **یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ** کے بترکیب خاص موجود اور مہر حضرت مغفور کی اس پر ثبت ہے۔ دیکھیے کفی بہ حجۃ علیکم'' اُس کے جواب میں خط طولانی آیا ملخص اُس کا یہ کہ:

> اول ہم مولوی عبدالعزیز پر ایمان نہیں لائے کہ جو وہ کہیں ہم حجت جانیں، دوسرے مولوی صاحب نے بہ تقلید مشائخ لکھ دیا ہے، اگر کسی کتاب علم عقائد یا فقہ یا حدیث و تفسیر میں ذکر کرتے تو قابل حجت کے تھا اور ہم معتقد سب مجتہدین اور علمائے صالحین کے ہیں۔ قول و اجتہاد سب کا حجت جانتے ہیں اور طریقہ ہمارا بعینہٖ طریقۂ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین کا ہے مگر یہ رسم شرک یعنی یاد کرنا اموات کا بحرف ندا اور خطاب کرنا اموات سے غیر از وقت زیارت قبور اور خطاب کرنا زندوں کا عموماً کیا عامہ

کیا خاصہ کا یعنی انبیا و اولیا، سوائے سامنے کے اور ندا کرنا ملائک و جن کا
خاص ساختہ جہل بحت کی ہے کہ بہ تقلید ہنود بہم پہنچالی ہے اور شرک ہونا
اس کا مخالف کسی سلف صالح سے نہیں ہے فقط۔

اس کے جواب میں لکھا کہ:

مولوی عبدالعزیز صاحب کی تقلید مولوی اسماعیل صاحب پر ایمان لانے سے بدتر نہیں ہے۔ دونوں میں تعارض ہوا تو مناسب تھا کہ ترجیح مرجوح اختیار نہ کرتے اور وہ جو لکھا کہ'' مولوی صاحب نے بہ تقلید مشائخ لکھ دیا ہے'' آیا مولوی صاحب مشرک ہو گئے؟ یہ مرضی مدعی سے معلوم نہیں ہوتی کہ مولوی صاحب کی اس خط میں منقبت جو لکھی ہے اس کے مخالف ہے، یا بسبب تقلید مشائخ کے مولوی صاحب کو مضرت نہیں پہنچتی ؟۔

اس تقدیر پر اگر دوسرے نے بہ تقلید مشائخ اور بہ تقلید مولوی صاحب کے خطاب کیا، رسول اللہ ﷺ سے وہ کیوں مشرک ہو گیا؟ اور وہ جو لکھا ہے کہ'' اگر کسی کتاب تفسیر وغیرہ میں ذکر فرماتے البتہ حجت تھا''، سو دیکھو تفسیر عزیزی کو الم نشرح کی تفسیر میں فرمایا ہے:

ولنعم ماقیل

یا صاحب الجمال ویا سید البشر	**من وجھک المنیر لقد نور القمر**
لا یمکن الثناء کما کان حقه	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایاک **نستعین** کے ذیل میں فرماتے ہیں:
لیکن دریں جا باید دانست کہ استعانت از غیر الخ

الحاصل دعویٰ مدعی یہ کہ **السلام علیک ایھا النبی الکریم السلام علیک ایھا الرسول الرحیم** شرک اور پڑھنے والا اُس کا مشرک اور یاد کرنا اموات کا بحرف ندا اور خطاب کرنا اموات کا غیر وقتِ زیارت قبور اور خطاب کرنا تمام احیا کا عموماً کیا عامہ کیا خاصہ کا یعنی اولیا و انبیا سوائے مشافہ کے اور ندائے ملائک و جن شرک ہے اور دلائل کا حوالہ تقویت الایمان پر اور ادعا اس امر کا کہ'' یہ دعویٰ مخالف کسی کے سلف صالح سے نہیں ہے'' فقط۔

حضرت قبلہ و کعبہ نے بہ تحریک خدام ایک رسالہ لکھا مشتمل دو فصل پر، پہلی فصل میں احادیث نبوی

اور آثار صحابہ اور اقوال علمائے امت مرحومہ کے مذکور ہیں۔

ھدایت:

عن عبداللّٰہ بن مسعود قال کنا إذاصلینا مع النبی ﷺ قلنا السلام علی اللّٰہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلما انصرف النبی ﷺ اقبل علینا بوجھہ قال لا تقولوا السلام علی اللّٰہ فان اللّٰہ ھوالسلام فاذا جلس احدکم فی الصّلوۃ فلیقل التحیات للّٰہ والصلواۃ والطیبات السّلام علیك ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین فانہ اذا قال ذلك اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض۔

یہ حدیث صحیحین وغیرہما میں مروی اور یہ تشہّد تشہدِ عبداللہ ابن مسعود اور معمول اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کے ہے، اور اس پر ہی عمل حنفیہ اور حنبلیہ کا، اور عمل اکثر شافعیہ کا تشہّد ابن عباس پر ہے، اور عمل مالکیہ کا تشہّد عمر پر ہے، سوان دونوں تشہّد اور اکثر روایات میں اگر چہ گونہ تفاوت ہے مگر نداوخطاب آنحضرت ﷺ میں متشارک، اور وہ جو مروی ہے ابن مسعود سے کہ کہا:

ہم حالت حیات آنحضرت ﷺ میں کہتے تھے **السلام علیک ایھا النبی**

پس وفات فرمائی آنحضرت ﷺ نے، کہتے تھے ہم **السلام علی النبی**

پس محدثین نے اس روایت میں کہ ابن عوانہ سے ہے کلام کیا اور تصحیح کی کہ یہ قولِ ابن مسعود نہیں ہے بلکہ فہم راوی ہے کہ روایت بخاری نے اسے بیان کر دیا، کہ عبارت بخاری کی یہ ہے:

فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی

پس لفظ یعنی صاف دلالت کرتا ہے کہ ''علی النبی'' قول ابن مسعود نہیں ہے اور قول ابن مسعود اسی قدر ہے کہ ''قلنا سلام'' یعنی ہم سلام کہتے تھے اور یہ احتمال رکھتا ہے کہ مراد وہ ہے کہ جس پر حالِ حیات آنحضرت ﷺ میں تھے استمرار رکھا۔ یا مراد یہ ہے کہ خطاب سے اعراض کیا اور جب لفظ میں احتمال پیدا ہوا دلالت باقی نہ رہی۔ ملا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں یہ ذکر کیا ہے۔

فائدہ ۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمایا صحابہ کو، سلام آنحضرت پر بلفظ ندا اور صیغۂ خطاب اور صحابہ نے من بعدِ ہم کو تا مجتہدین، اور مجتہدین نے کافۂ مسلمین کو موافق تعلیم رسول اللہ کی، کہ تمام امت میں الی یومنا ھذا معمول ہے، پس جو کوئی کہ انکارِ صریح شریعتِ محمدیہ سے نہ رکھتا ہو، اور دیوانہ بھی نہ ہو، کیوں کرندا کو شرک کہے؟

اور غایت توجیہہ جو مخالفین اس مقام میں کرتے ہیں یہ ہے کہ وقوع اس کلمے کا تشہد میں بطریق حکایت ہے نہ بطریق انشائے مصلی، اور شرک انشائے مصلی ہے، جیسے **انا ربکم الا علی** اور یہ عذر گناہ سے بدتر، کمال سوئے فہم سے پیدا، قطع نظر قیاس مع الفارق سے، اول اور آخر حدیث کا صریح مخالف اس وہم کے ہے کیوں کہ اولِ حدیث سے ظاہر کہ ''ہم کہتے تھے سلام خدا پر، سلام جبرئیل پر، سلام میکائیل پر، سلام فلانے پر، آنحضرت ﷺ نے خدا پر سلام سے منع فرمایا کہ خدا آپ سلام ہے'' اور ذکر بعض عباد اور اشخاص معین سے سوائے اپنی ذات کریم کے منع فرمایا اور اشارہ کیا اس کی وجہ پر اور فرمایا آخر میں **فانه اذا قال ذلک اصاب کل عبد صالح فی السمـــاء و الارض** پس اول حدیث بھی نص ہے اس پر کہ سلام بطریق انشائے مصلی مقصود ہے، اور ایسے ہی آخر حدیث اور اگر انشائے قاری مقصود نہ ہو تو پہنچنا ہر بندۂ صالح کو کہ آسمان و زمین میں ہے کیا معنی؟۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے:

> کہا غزالی نے قبل کہنے السلام علیک کے آنحضرت ﷺ شخص کریم کو اپنے دل میں حاضر کر کہ وہ سلام پہنچے گا آنحضرت ﷺ کو اور جواب دیں گے تجھ کو جو بہتر ہے اس سے اور بھی۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ:

> جواز خطاب آنحضرت ﷺ کی خصوصیات سے ہے کہ خطاب غیر آنحضرت ﷺ سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ:

> وجہ خطاب آنحضرت ﷺ کی باقی رکھنا اس کلام کا ہے اُس پر جو اصل میں تھا

کہ شب معراج میں جانب پروردگار سے آنحضرت ﷺ پر خطاب بسلام آیا پس آنحضرت ﷺ نے وقت تعلیم امت کے بھی اسے لفظ اصل پر چھوڑا، تا کہ اُن کو یاد دلانے والا اُس حال کا ہو اور یہی آنحضرت ﷺ ہمیشہ نصب العین مومناں اور قرۃ العین عابداں میں جمیع احوال و اوقات میں خصوصاً وقت عبادت میں اور آخر میں کہ وجود نورانیت اور انکشاف کا اس محل میں بیشتر اور قوی ہے۔فقط

ظاہر انشائے غلطی مخالفین یہی ہے کہ اس لفظ کو قصہ معراج میں دیکھ کر تشہد میں بھی دیکھا اور خیال کیا جو خیال کیا، اور کچھ نہ سمجھے اور سباق و سیاقِ حدیث کو نہ پہنچے۔

ھدایت:

عن عبدالرّحمٰن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرة فقال الا أھدی لك ھدیة سمعتھا من النبی ﷺ فقلت بلی فاھد ھا لی فقال سألنا رسول اللّٰہ فقلنا یا رسول اللّٰہ کیف الصلوة علیکم اھل البیت فان اللّٰہ قد علمنا کیف نسلم علیکم قال قولوا اللھم صل علی محمد الخ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سائر صحاحِ ستہ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے۔

شیخ عبدالحق نے لکھا کہ:

کیفیت سلام در تشہد التحیات تعلیم کردی و آنرا تعلیم الٰہی گفتند زیرا کہ تعلیم آنحضرت ﷺ تعلیم الٰہی است زیرا کہ وے نطق نمی کند مگر بوحی۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ:

خدا نے تعلیم کی ہم کو کیفیت سلام کی تشہد میں بواسطہ زبان مبارک کے، اس طور پر کہ کہیں ہم **السلام علیک ایھا النبی** الخ

ابن حجر نے کہا کہ:

شیخین سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اوپر ہمارے تشریف لائے، پس

عرض کیا ہم نے یا رسول اللہ ﷺ جانی ہم نے کیفیت سلام کی اوپر ذات ذات پاک تمہاری کے، پس کس طرح درود بھیجیں ہم اوپر آپ کے، اور بیچ روایت کے کہ سند اُس کی جید ہے آیا کہ جس وقت کہ آیہ **یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما** نازل ہوئی۔ ایک شخص طرف رسول اللہ ﷺ کے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ سلام اوپر آپ کے، کہ جانا ہم نے پس کس طور درود بھیجیں ہم اوپر ذات پاک آپ کے الخ اور بیچ روایت دوسری کے مسلم وغیرہ سے آیا کہ حکم کیا ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہ درود بھیجیں ہم اوپر ذات پاک تمہاری کے، پس کیا ہے کیفیت اس کی پس سکوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ کہو **اللھم صل علی محمد الخ** اور آخر میں فرمایا اور سلام جیسا کہ جانا تم نے یا تعلیم کیے گئے تم۔

فائدہ۔ ملخص ان روایات کا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کیفیت سلام مامور بہ بواسطہ آنحضرت ﷺ کے بہ نداوخطاب تعلیم فرمائی، اُس کو شرک کہنا سوائے بے دینی کے اور کیا ہے؟۔

شفائے قاضی عیاض میں علقمہ سے مروی ہے کہ جب میں داخل ہوتا ہوں مسجد میں کہتا ہوں **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ.**

ھدایت: حصن حصین میں ہے:

من کانت لہ ضرورۃ فلیتوضأ ولیحسن وضوءہ ولیصل رکعتین ثم یدعو بھذا الدعاء اللّٰھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد ﷺ نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی اللھم فشفعہ فیّ۔

یہ حدیث ترمذی ونسائی وابن ماجہ وحاکم نے عثمان ابن حنیف سے روایت کی۔

مخالفین اس حدیث میں دعوائے اختصاص جواز کا حضور آنحضرت ﷺ میں کرتے ہیں اور یہ ادعا ان کا بسبب مخالفتِ جمہور کے اور مقابلے میں مثل صاحبِ حصن حصین وغیرہ کے کہ قائل تعمیم ہیں قابل اعتبار نہیں، اور قطع کرتا ہے شجرۂ خبیثہ سوئے عقیدت کو بیخ دین سے۔

وہ جو طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان ابن حنیف سے روایت کیا کہ عثمان ابن حنیف نے ایک حاجت مند کو خلافتِ حضرت عثمان ابن عفان میں تعلیم کیا اور اس نے عمل کیا اور مطلب اُس کا برآیا۔
ملا علی نے شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ:

ایک روایت میں لتقضی بصیغہ حاضر بھی آیا ہے یعنی تا کہ قضا کرے تو اے محمد ﷺ حاجت میری، پس اسناد قضائے حاجت کی آنحضرت ﷺ کی طرف مجاز ہے۔

ھدایت: حصن حصین میں ہے:

اذا انفلتت دابة احدکم فليناد اعينونی يا عبادالله رحمکم الله وان اراد عوناً فليقل يا عبادالله اعينونی سہ مرتبہ **وقد جرب ذلک**

مخالفین اس حدیث میں دو طرح سے کلام کرتے ہیں۔
اول جرح موقوف ہونے حدیث کا کہ صاحب حصن حصین نے علامت ''مو'' لکھی ہے۔
دوسرا تصرف معنی میں کہ عباد اللہ سے احبائے موجودین مراد ہیں۔ غرض تعلیم سے یہ ہے کہ اگر نام جانتا ہو نام لے کر پکارے اور اگر نہ جانتا ہو اس طرح پکارے۔
اور یہ دونوں پیدا فرط تعصب یا کم علمی سے ہیں کہ موقوف صرف رحمکم الله بروایت ابن ابی شیبہ ہے اور لفظ اذا انفلتت دابة احدکم فليناد اعينونی يا عبادالله موقوف نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے، بروایت بزاز اور لکھنا صاحب حصن حصین کا لفظ ''ز'' علامت بزاز قبل رحمکم الله کے اور لکھنا لفظ ''مو'' علامت موقوف اور ''مص'' علامت مصنف ابن ابی شیبہ، بعد اس کے صریح اس پر دلالت کرتا ہے اور روایت دوسری طبرانی سے وہ بھی مرفوع، پس جرح موقوف ہونے حدیث کی محض جہالت سے ہے، ایسے ہی تصرف معنی حدیث میں کہ آخر عبارت حدیث کا اس سے انکار کرنا ہے۔ ملا علی قاری نے شرح میں لکھا ہے:

فليناد اعينونی مدد کرو اور پکڑنے دابہ کے، یا بیچ پھیر دینے اس کے کہ یا عبادالله مراد عباد اللہ سے ملائک یا مسلمین جن یا رجال غیب ہیں کہ نام رکھے

گئے ہیں یہ ابدال، یعنی روایت کیا اس کو بزاز نے ابن عباس سے اور روایت کیا ابن سنی نے ابن مسعود سے مرفوعاً اذانفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلیناديا عباداللّٰه احبسوا فان للّٰه عباداً فی الارض۔ مَیں کہتا ہوں کہ حکایت کیا مجھ سے بعض نے میرے شیوخ کبار سے علم میں، کہ بھاگا دابہ اُس کا اور شیخ جانتا تھا اس حدیث کو پس کہا شیخ نے وہ کلمہ، اللہ تعالیٰ نے اُس پر روک دیا، اور تھا میں ایک جماعت کے ساتھ پس بھاگا میرا چار پایہ اور عاجز ہوئے آدمی اُس کے پکڑنے سے، پس میں نے اس دعا کو کہا، پس فی الحال کھڑا ہوگیا، بے کسی سبب کے سوائے اس کلام کے۔ ذکر کیا اس کو نووی نے رحمکم اللّٰه "مو مص" یعنی ابن ابی شیبہ نے اس زیادت کو قول ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے، وان ارادعوناً یعنی ارادہ کرے نصر اور اعانت یا معین یا مغیث کا فلیقل یا عباداللّٰه اعینونی یعنی روایت کیا طبرانی نے زید ابن علی سے، عقبہ ابن غزوان سے پیغمبر خدا سے کہ فرمایا اذا اضلّ احدکم شیئا او اراد عوناً وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباداللّٰه اعینونی فان للّٰه عباداً لاتراهم وقد جرب ذلك۔

فائدہ۔ ظاہر انشائے تغلیط مخالفین تصرف معنی میں لفظ "وهو بارض لیس بها انیس" کے ہوا، حالانکہ تتمۂ حدیث صریح اس سے ابا کرتا ہے، اور غرض ہونے سے اس زمین میں کہ جس میں انیس نہ ہو بیان حالت اضطرار کا ہے، کہ عادتاً ایسے مکان میں زیادہ ہوتا ہے۔

ھدایت: شفائے قاضی عیاض میں منقول ہے:

ان عبداللّٰه ابن عمر خدرت رجله فقیل له اذکر احبّ الناس الیك یزل عنك فصاح یا محمداه۔

ھدایت: شفائے قاضی عیاض میں ہے:

عن النعمان ابن بشیر ان زید ابن خارجة خرمیتا فی بعض ارقة المدینة فرفع و شجّی اذا سمعوا بین العشائین والنساء یصرخن

حولہ انصتوا عن وجه فقال محمد رسول اللّٰہ النبی الامی وخاتم
النبیین کان ذلك فی الکتاب مسطورا ثم قال صدق و ذکر ابا
بکر و عمر و عثمان ثم قال السلام علیك یا رسول اللّٰہ ورحمة
اللّٰہ وبرکاته ثم عاد میتاً کما کان۔

ھدایت :*مواہب لدنیہ میں اقتباس الانوار شاطبی اور مدخل ابن حاج اور شفائے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے:*

لما تحقق عمر ابن الخطاب موت النبی ﷺ یقول ابو بکر الصدیق
رجع الی قوله وهو یبکی بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ لقد کان
جذع تخطب الناس علیه فلما کثر واتخذت منبراً لتسمعهم فحن
الجذع بفراقك حتی جعلت یدك علیه فسکن فامتك اولی بالحنین
علیك حین فارقتهم بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ لقد بلغ من
فضیلتك عند ربك ان بعثك آخر الانبیاء وذکرك فی اولهم فقال واذ
اخذنا من النبیین میثاقهم الآیة بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ لقد بلغ
من فضیلتك عنده ان اهل النار یودون ان یکونوا اطاعوك وهم بین
اطیافها یعذبون یقولون یا لیتنا اطعنااللّٰہ واطعنا الرّسول الخ

ھدایت :*ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں روایت کیا ہے کہ نابغہ جعدی صحابی نے بصرہ میں ہنگام حکومت ابی موسیٰ اشعری کے جب اُن کے تازیانہ لگے، چند شعر کہے، ایک اُن میں سے یہ ہے:*

فیا قبر النبی وصاحبیه　　　　الا یا عوننا لو تسمعونا

مواہب لدنیہ میں مذکور ہے صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ آنحضرت ﷺ فرماتی ہیں:

الا یا رسول اللّٰہ کنت رجاء نا
وکنت بنا برّا ولم تك جافیا
وکنت رحیماً هادیاً و معلماً

لبيك عـليك اليـوم مـن كان باكياً

عــليك مــن اللّٰــه السّـلام تـحية

وادخـلـت جنات من العدن راضياً

ابوبکر فرماتے ہیں:

ودعـنــا الـوحـــى اذوليت عنـا

فــوا عــنــا مـن اللّٰـه الـكـلام

حسان کہتے ہیں:

كــنـــت الســواد لـنــاظــرى

فــعــمـــى عــليك الـنـــاظــر

مــن شـــاء بــعـدك فـلـيمــت

فــعــليك كــنــت احــاذر .

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے:

يـا اهـل بيـت رسـول اللّٰـه حبكم

فـرض مـن اللّٰـه فـى الـقـرآن انزلـه

كـفـاكـم مـن عـظيـم الـقـدرانكم

مـن لـم يـصـل عـليـكم لا صلوة لـه

امام ابوعبداللہ یافعی نے کہا ہے:

يــا واحـدالـدّهــر يــا عين الوجود ويـا

غيـــث الانـــام وهـــادى كـل حيــران

علی ابن وفا نے کہا:

الا يــا صــاحــب الـوجـه الجميل

ســالتك لا تـغيـب وانـت روحـى

اور قصائد بوصیری کہ مقبول جمہور انام اور کافۂ محدثین ہیں اور علما اور صلحا من بعدہ اُن کے تبرک

کرتے ہیں، نداوخطاب سے بھرے ہوئے ہیں۔ایک شعر ایک قصیدہ کا یہ ہے:

یـااکـرم الـخـلق مال من الوذ به　　　　سـواك عـند حلول الحادث العمم

شاہ ولی اللہ صاحب قصیدہ اطیب النعم میں لکھتے ہیں:

وصـلـى عـليك الـلّـه يـا خيرخلقـه
ويـا خيـر مـامـول ويـا خيرواهب
ويـا خيـر مـن يـرجـى لـكشف رزية
ومـن جـوده قـد فـاق جود السحائب
وانـت مـجيـرى مـن هـجـوم ملة
اذا انشبـت فـى الـقلب شرالمخالب
فـمـا انـااخشـى ازمة مـدلهـمة
ولا انـا مـن ريـب الـزمـان براهب
فـانـى مـنـكـم فـى قـلاع حصينة
وحـد حـديد من سيوف المحارب

صاحب مواہب لدنیہ نے مدح مثال نعل مبارک اور بیان فوائد اور روایت اُس کی میں اکابر محدثین سے بعد اس کے کہ کہا کہ جو کوئی مثال کفش مبارک رسول اللہ ﷺ اپنے پاس رکھے امان ہے اُس کو بغی بغات سے اور حرز ہے شیطان مارد اور عین حاسد سے۔

اشعار اکابر امت کے مدح مثال میں نقل کیے کہ ایک اُن میں سے شعر قصیدہ ابن عساکر کا یہ ہے:

يا شبيه نعل المصطفىٰ روحى الفدا　　　　لـمـحلك الا سمى الرفيع العالى

ھدایت: فتاویٰ خیریہ میں کہ مصنف اُس کا اُستاذ ہے صاحب درالمختار کا اور درمختار میں جابجا اُس سے سند پکڑی ہے اور یہ کتب معتبرہ حنفیہ سے ہے لکھا:

اما قولهم يا شيخ عبدالقادر فهو نداء واذا اضيف اليه شيئا للّٰه فهو طلب شى اكراماً للّٰه فما الموجب بحرمت الخ

ھدایت: مولوی رفیع الدین نے رسالہ اسرار المحبۃ میں لکھا ہے:

المحبة مع الاحياء الحاضرين نافعةً عاجلاً و آجلاً واما مع الاموات فنافعة فى الاجل البتة بشرط الاهلية والايمان واما فى العاجل فبشرط دوام التوجه وتخلية القلب معه فى الخلوات ومداومة ذكره وكثرة النداء له والبر معه بارسال الثواب اليه والاحسان الى اهله فذلك كثير مايفتح باب الاويسية ويعطى منفعة الصحبة انتهى۔

فائدہ: مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ ہر واحد استعانت اور توسل اور تشفع اور تجوہ اور توجہ سے جیسا ذکر کیا کتاب التحقیق النصرۃ اور مصباح الظلام میں واقع ہیں ہر حال میں، قبل خلق آنحضرت ﷺ کے اور مدت حیات میں اور بعد موت کے برزخ میں اور قیامت میں، لیکن برزخ میں پس وہ زیادہ ہے اس سے کہ احصا کیا جائے اور کتاب **مصباح الظّلام فی المستغیثین بخیر الانـام** تصنیف ابوعبداللہ ابن نعمان میں، کچھ اس سے مذکور ہے اور صاحب مواہب لکھتا ہے کہ میرے ایسا درد ہوا کہ طبیبوں کو دوا سے عاجز کیا اور کئی برس رہا، میں نے استعانت کی آنحضرت ﷺ سے مکہ میں، پس میں اچھا ہو گیا اور لکھا کہ میں زیارت سے پھر کر بقصد مصر جاتا تھا کہ میری خادمہ کو جن نے آسیب پہنچایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے استشفاع کیا وہ اچھی ہو گئی۔

ان دونوں قصوں کو بطول نقل کیا ہے، میں نے یاددہی کے واسطے مختصر کر دیا۔ فقط

یہ خلاصہ ہے فصل اول کا کہ اس سے دعوی مدعی کا یعنی شرک ہونا ندا و خطاب اموات کا غیر از وقت زیارت قبور اور ندائے احیا کا عموماً غیر از مشافہہ اور ندائے جن وملک اور مخالف نہ ہونا اُس کا کسی کے سلف صالح سے کما ینبغی باطل ہو گیا۔ جو کوئی ذی عقل بحمایت مدعی قصد جواب معترض کرے اُس کو لازم ہے کہ ان دلائل کو مفصلاً اصل کتاب سے دیکھ بھال، سمجھ بوجھ کر کچھ لکھے ورنہ چند الفاظ بے ربط و بے محل جمع کر کر جواب نام رکھنا اور دل اپنا خوش کرنا کہ ہم بھی صاحب تصنیف ہو گئے عقلا کے نزدیک موجب ریشخند ہے، گو سفہا حقیقت حال کو نہ پہنچے۔

مہربان! یہ بات بہت مشکل ہے اگر جواب سہل ہوتا تو مدعی کہ سرآمد علما اس فرقے کا ہے اور ہم مذہب اُس کے تا حال عار سکوت اختیار نہ کرتے اور تم کہ فضل الٰہی سے بحسن عقیدہ متصف اور

اس فن سے محض ناواقف اگر کچھ بمقتضائے حدت طبع لکھا اپنا دل خوش کرلیا، مدعی کو کچھ فائدہ نہیں، کیوں کہ تم اُن کے اصول وفروع سے ناواقف ہو، اکثر کلام کرتے ہو اُن کی مدد کے خیال سے حالانکہ اُن کے خلاف ہے جیسا آگے معلوم ہوگا۔

دوسری فصل میں جواب ہے دلائل مخالفین سے اور خلاصہ اُس کا واسطے اختصار اور استغنا کے کہ ضمناً بالاجمال مذکور ہوتا ہے ترک کیا اب اپنے شکوک واوہام کا جواب سنو۔

پہلا شبہ یہ ہے کہ:

معترض نے عبارت تفسیر عزیزی کی ناتمام نقل کرکر لفظ غیر کو عام احیاو اموات سے ٹھہرایا حالانکہ مراد استعانت احیا کی احیا سے ہے ہذا ملخص الشبہۃ۔

پہلے اصل مطلب سمجھ لو بعد اس کے تفاصیل اغلاط پر اطلاع کی جائے گی۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیلیہ کے اقوی دلائل اور عمدہ ترین براہین سے اوپر حرام وشرک ہونے استعانت کے اموات سے آیت **ایاک نستعین** ہے کہ مولوی اسماعیل اور مولوی عبدالحی صاحب نے جو ایک فتویٰ طولانی رد استعانت میں لکھا ہے اور اکثر مہریں اور دستخط نئے دین والوں کی اُس پر ثبت ہیں، اُس میں بھی اس آیت سے استدلال کیا اور مدعی بھی تحریر وتقریر میں دائماً اس آیت کو اس مطلب پر لاتا تھا۔ خلاصہ توجیہ یہ کہ تقدیم مفعول نے فائدہ حصر کا دیا یعنی ''خدا ہی سے مدد چاہتے ہیں غیر خدا سے مدد نہیں چاہتے''، کہو کہ غیر خدا سے خاص احیا مراد ہیں یا عام؟ اگر خاص مراد ہیں تو اصل مطلب اسماعیلیہ فوت ہوا، یعنی حرام وشرک ہونا استعانت کا اموات سے اس آیت سے ثابت نہ ہوا، اور اگر کہو کہ یہاں تو عام ہے احیا اور اموات کو اور پھر کہو کہ استدراک میں خاص ہے ساتھ احیا کے، سو یہ نرا دیوانہ پن ہے علی الخصوص کہ صاحب استدراک اصلاً تخصیص نہیں کرتا نہ دوسری قسم کا بیان کرتا ہے۔

اب تفصیل اغلاط سنو۔

قولہ اب سمجھا چاہیے کہ استعانت از غیر جس کو شاہ صاحب اس مقام پر جائز لکھتے ہیں معنی اس کے یہ ہیں کہ استعانت دوا کی طبیب سے اور روزی کی

امیر سے اور یاری کی بادشاہ سے بہ ایں طور کہ اگر اعتماد کلی اُس پر رکھے تو الخ۔

اے مہربان! لفظ ''غیر'' استعانت از غیر میں عام ہے اُس سے خاص طبیب اور امیر اور بادشاہ مراد لینا اور معنی کر تعبیر کرنا عقل سے بہت دور ہے، سمجھو کہ پھر اس کے کیونکر معنی ہوئے، ظاہر اً دھوکا کھایا اس سے کہ شیخ سفیان ثوری علیہ الرحمہ کے کلام میں ان تین چیزوں کا مذکور ہے، سومیاں صاحب شیخ علیہ الرحمہ نے اپنی وارد خیالی کا جو اس وقت خاص میں پیش آیا تھا بیان فرمایا، نہ حصر و تخصیص حرمت استعانت کا ان تین چیز میں، تاکہ استدراک بھی خاص ہو۔ اس مذکور کو قرینہ سمجھنا تخصیص کا استدراک میں بڑی بے قرینہ بات ہے اور بالفرض اگر تم بھی سمجھے اور معترض نے جو عام سمجھا تو تمہارے نزدیک ناملائم ہوا، سو وہ ہی قباحت تم پر بھی لازم ہوئی جب آگے تم نے لکھا:

اور اسی طرح سے استعانت دعا میں صلحا، احیا سے الخ

کہ کلام شیخ علیہ الرحمہ میں اس کا بھی ذکر نہ تھا، اگر تفسیر عزیزی کو بھی دیکھتے اور سمجھتے تو ایسا نہ لکھتے کہ اس میں جا بجا تصریح ہے تفسیر **اماته فاقبره** میں لکھا ہے:

از اولیائے مدفونین و دیگر مومنین انتفاع واستعاذہ جاریست و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور

اور تفسیر سورہ النشقت میں لکھا ہے:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوعِ خود گردانیدہ اند دریں حالت تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت تدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اولیات تحصیل کمالات باطن از آنہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و می یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات است

من آیم بجان گرتو ای بتن

اور وہ جو آگے لکھا ہے:

اور توسل حضرت عمر فاروق کا دعائے استسقا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بعد آنحضرت ﷺ کے الخ۔

سو یہ محض ناواقفی سے لکھا ہے۔ صاحب تقویت الایمان کے نزدیک استعانت اور چیز ہے اور توسل اور چیز۔ وہ ہرگز توسل اموات سے منکر نہیں، استعانت کا منکر ہے، تم بہت اچھے حامی ملے

دوستی ابلہاں خود دشمنی است

وہ تقویت الایمان میں لکھتا ہے کہ:

جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبدالقادر کچھ دو تم ہم کو واسطے اللہ کے، یہ لفظ نہ کہا چاہیے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے۔ فقط۔

تم نے کہ تقویت الایمان کو نہ دیکھا بلکہ جس قدر عبارت تقویت الایمان کی اس رسالے میں حضرت اُستاذی مدظلہم العالی نے نقل کی ہے اُس کو بھی نہ دیکھا اور سمجھنے کا تو کیا مذکور؟ اور زبان درازی شروع کی، نہایت بیجا کیا۔ اور وہ جو لکھا کہ

حضرت عمر فاروق باوجود موجود ہونے کے مدینہ منورہ میں الخ

احیا سے توسل کرنا دلیل حرمت توسل کے اموات سے نہیں ہے اور نہ کوئی آج تک اسماعیلیہ سے بھی منکر توسل اموات کا ہوا، پس یہ قصہ لکھنا محض بے محل۔ ہاں اگر کوئی مدعی ہو کہ توسل احیا سے جائز نہیں ہے، تو البتہ یہ روایت لانے کا محل تھا اور ایسے ہی ذکر بیعت فقرائے مہاجرین کا کہ یہ بیعت خاص بہ نسبت بعض اشخاص تھی، نہ حکم عام تشریعی کہ یہ امور بھی حرام اور شرک ہو جائیں۔ آگے لکھا کہ:

استعانت واستمداد اموات سے کہیں ثابت نہیں۔

مہربان! یہ بے احتیاطی امور دینیہ میں نہ چاہیے، نفی ثبوت کی کرنا سخت مشکل کام ہے، ماہرین فنون اور متبحرین علوم بھی ایسا نہیں کہہ سکتے۔ غایت الامر یہ کہ معلوم نہیں چہ جائے کہ تم کہ مطلق اس کوچے سے واقف نہیں اور نہ قوت فہم اور نہ مادہ رکھتے ہو، بڑی بات کہنا کہ ''کہیں ثابت نہیں'' زیب نہیں دیتا۔

........اس باب میں کتابیں اور رسائل تصنیف ہیں اور بہت کتابوں میں اس کی تصحیح کی ہے اور

خاکسار کی نظر سے جو گزرا ہے اور جناب مولانا نے ردِّ اسحاقیات میں لکھا ہے۔ ثبوت استعانت کا قولاً اور فعلاً اور تقریراً جماعت صحابہ و تابعین و تبع تابعین وائمۂ مجتہدین وفقہا و محدثین متقدمین و متاخرین میں سے حضرت عمر فاروق اور علی ابن ابی طالب اور عبداللہ ابن مسعود اور عثمان بن حنیف اور ابن عباس و نابغہ جعدی وعقبہ بن غزوان وحسن بصری ومحمد بن المنکدر و امام علی موسیٰ رضا، امام مالک ابن ابی فدیک، حاتم اصم، ابن ابی شیبہ استاذ بخاری، امام شافعی، بزار وابن سنی، امام ابوبکر مقری، ابوالشیخ ابوبکر، اقطع، طبرانی، ابن الجلا، اور امام نووی، محمد بن حرب ہلالی، حجۃ الاسلام غزالی، احمد زروق، شیخ ابوالعباس حضرمی، ابونصر صباغ، ابن نجار، ابن عساکر، ابن جوزی، عینی، امام ابو عبداللہ النعمان صاحب تحقیق النصرۃ، قاضی عیاض، امام تاج الدین سبکی، ابوعمر صاحب استیعاب، شمس الدین خدری، قسطلانی، شیخ ابن حجر مکی، جلال الدین سیوطی، امام رازی، شارح مقاصد، زین الدین مرغینانی، ابن ہمام، قاضی خاں صاحب فصل الخطاب، قاضی سمرقند صاحب فتویٰ خیریہ، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق اور جمیع ارباب مذاہب اربعہ کہ انہوں نے تصنیف مناسک کی ہے اور شاہ ولی اللہ، مولوی عبدالعزیز، مولوی رفیع الدین وغیرہم سے ثابت۔

اے برادر! یہ تو بڑا قصہ ہے کہ سمجھ بھی نہ سکو گے۔ تم نے اس رسالے کو کہ خلاصہ اس کا میں نے اوپر لکھا ہے، نہ دیکھا اب اگر اس کو بھی دیکھو تو بھی لغویت اپنے کلام کی دریافت کرلو اور سب جانے دو مولوی عبدالعزیز صاحب نے جو جواب استفتائے مباحثہ بت پرست وعالم میں لکھا ہے کہ:

> مددخواستن از مخلوق مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر وگدا در مہمات خود مدد ے میجویند وعوام الناس از اولیا میخواہند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید ایں قسم مددخواستن در شرع از زندہ ومردہ جائز است۔
>
> **قولہ** باوجود موجود ہونے الفاظ مظاہر عون الٰہی اور نظر بکارخانہ اسباب اور استعانت ظاہری الی آخر ما قال یہ سب دلیل صریح اُوپر استعانت احیا کی احیا سے ہے۔

ذرا سمجھو کہ جہاں ایک لفظ بھی اشارۃً اور کنایۃً بھی تخصیص استعانت احیا سے نہ سمجھی جاتی ہو بلکہ وہ تخصیص منافی دعویٰ مدعی اور مخالف تصریح مفسر ہو، وہاں آنکھ بند کر کر یہ لکھنا کہ "دلیل صریح ہے"

نہایت نامناسب مظاہر عون الٰہی اور کارخانہ اسباب اور استعانت ظاہری کو کیا خصوصیت ہے احیا سے؟ اور قصہ شیخ سفیان ثوری میں کہاں تخصیص ہے؟ ان تین چیز کے ذکر کا نام تخصیص نہیں ہے۔ اول معانی الفاظ سمجھنا چاہیے من بعد تلفظ کرنا اور تمام عبارت جو تم نے نقل کی اس میں کہیں مذکور تخصیص احیا کا نہیں ہے، پس اس کا ذکر کرنا اور نہ کرنا یکساں۔ لفظ ''غیر'' عام کا عام ہے اور کوئی قرینہ تخصیص کا نہیں نہ کوئی قید۔

قولہ بموجب کتب لغت مثل قاموس اور صراح اور منتخب کے ثابت اور واسطے مطابقت کے کلام مفسرین سے ذکر عبارت تفسیر نیشا پوری اور شرح القرآن اور حسینی اور عزیزی اور ترجمہ مولوی عبدالقادر کا کافی ووافی ہے الخ

میاں بھائی! تم نے عجب کام کیا کہ جناب معترض مدظلہ العالی نے اول روایت صحیح بخاری کی نقل کی اور پھر جامع الاصول سے لفظ اخرجہ البخاری ومسلم نقل کیا، بعد اُس کے روایت ترمذی کی نقل کی، سوتم نے بخاری کی روایت اور مسلم کے تذکرے کو چھوڑ کر صرف ترمذی کی روایت پر نقل میں کفایت کی۔ ظاہراً سبب یہ ہے کہ کہیں سنا ہوگا کہ بخاری ومسلم صحیحین ہیں ان کی روایت کی توہین سے حال ناواقفی کھل جائے گا اور ترمذی کو سمجھے کہ کوئی کتاب مثل غرائب کے ہوگی جو چاہیں کہہ لیں اور یہ معلوم نہ تھا کہ وہ بھی صحاح ستہ میں سے ہے اور ایسی ہی مصلحتوں کے واسطے ابتدا میں لکھا کہ ''اجزاے متفرقہ مجھے دستیاب ہوئے تھے'' اور دو ورق پہلے اس مقام سے اسی رسالے میں لکھا ہے:

در مسئلہ ہذا ہر جا کہ در آیات واحادیث لفظ دعا یافتہ ترجمہ آن در ہندی بلفظ پکارنا ساختہ سرگرم ہذیان سرائی ہا گردیدہ حالانکہ بطریق صحیحہ تفسیر دعا بعبادۃ از آنحضرت ﷺ منقول است۔ جلال الدین سیوطی در تفسیر ماورد عن النبی ﷺ مرفوعاً در تفسیر سورہ غافر می نویسد اخرج احمد و اصحاب السنن والحاکم وابن حبان عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان الدعا ھو العبادۃ ثم قرء ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی وقال علیہ السلام الدعاء ھو العبادۃ

و سیاتی مفصلاً

جائے غور ہے کہ ایک لفظ کی تفسیر رسول اللہ ﷺ سے اور صحابہ کرام سے مرفوعاً بطرق متعددہ ثابت اور کتب صحاح میں موجود، اُس کے مقابلے میں ذکر کرنا قاموس وصراح ومنتخب کا یا تفسیر حسینی اور عزیزی اور ترجمہ مولوی عبدالقادر وغیرہ کا اور اُن کا نام رکھنا تفاسیر معتبرہ اور اسے ترجیح دینا اس پر کمال جہالت اور ناواقفی ہے۔

تم سے کیا کہیں کہ رہنے والے ایک کوردیہہ کے کہ نہ وہاں کتاب، نہ پڑھنے والا کتاب کا، نہ تم نے کہیں صحبت پائی، نہ قوت، نہ فہم، نہ مادہ رکھتے ہو جو چاہو سو کہو۔

اصول فن تفسیر میں بہت کتابیں تصنیف ہیں اور شرائط وآداب مفسر اور طبقات مفسرین اور حقیقت تفسیر اور بہت سے مباحث متعلق اس کے محتاج الیہ ہیں کہ ذکر اُس کا موجب تطویل اور تم کو قوت اُس کے فہم کی بھی نہیں ہے بقدر تمہارے حال کے دو ایک فقرے لکھے جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں لکھتے ہیں:

> امالغت قرآن راازاستعمالات عرب اول اخذ باید کرد واعتماد کلی بر آثار صحابہ وتابعین باید نمود۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> حکم آنست کہ دانندۂ لغت ازاں کلام بجز یک معنی ادارک نہ کند واعتبار دانستن عرب اول است نہ موشگافان زمان مارا کہ موشگافی بے جارائی است عضال کہ محکم رامتشابہ می سازد ومعلوم رامجہول۔فقط

اسی قدر واسطے تمہارے جواب کے کافی ہے۔

اور یہ جو رد میں صراح ومنتخب کے ساتھ نام قاموس کا بھی لکھ گئے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ اتنا تم جانتے تھے کہ قاموس بھی کوئی کتاب لغت میں ہے، مگر دیکھی کبھی نہیں اور دیکھی بھی ہو تو کیا فائدہ؟ کہ قوت سمجھنے کی نہیں رکھتے ہو اگر دیکھی سمجھی ہوتی تو ایسی حیرت نہ کرتے۔ قاموس میں انہار الدعا خواندن نہیں ہے۔

دوسرے اعتراض کے پہلے جواب میں لکھا کہ:

کلام صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک کا کہ جناب معترض نے خود اپنا
مفید مدعا سمجھ کر نقل کیا ہم کو کافی ہے۔فقط

عجب تماشا ہے کہ ایک لفظ بھی سمجھ کر نہیں لکھتے ہو، ابھی تک نہیں جانتے کہ معترض کسے کہتے ہیں اور اُس کا کیا منصب ہے اور فائدہ اور مضرت اُس کا کس چیز میں ہے، یہ تو داستان دراز ہے، یہ بھی تم نے خیال نہ کیا کہ معترض نے کلام بیضاوی اور مدارک کی تضعیف کی اور لکھا:

ونزد بعضے مفسرین **قام عبدالله** مفعول اوحی است وضمیر **کادوا یکونون** راجع بجن ہر چند بعد ثبوت حدیث صحیح بخاری ومسلم وحسن وصحیح نوشتن ترمذی آنرا دیگر روایت اعتبار را نشاید فاما از ہذیانات صاحب کتاب ہیچ علاقہ ندارد در بیضاوی گفتہ **وان المساجد لله** الی آخرہ ودر مدارک نوشتہ **وان المساجد لله** الخ۔

جب معترض نے تصریح کر دی کہ یہ روایت بیضاوی اور مدارک کی بمقابلہ صحاح قابل اعتبار کی نہیں، پھر اس کو واسطے جواب معترض کے کافی سمجھنا عقل سے دور ہے، اور ایسے ہی جلالین اور معالم التنزیل اور تفسیر حسینی اور عزیزی وغیرہ مذکورات کہ مثل یا ادون ہیں بیضاوی اور مدارک سے اُن کا بھی ذکر لا حاصل ہے، اور طے تقریر میں جو اُن کو تفاسیر صحیحہ اور معتبرہ لکھنا واقعی کی بات ہے، اور یہ جو لکھا کہ:

روایت ترمذی کی کہ صریح مخالف آیات مابعد ہے اور خلاف سیاق آیات اور روایت متفق علیہ جمہور مفسرین کے کیوں کر مقبول ہوگی۔

بہت ہی ہنسی کی بات ہے، صحیح اور غیر صحیح میں تعارض اور صحیح مقبول نہ ہو اور غیر صحیح مقبول، اگر یہ لفظ مولوی اسماعیل کہ جن کو تم مولانا کہتے ہو سنتے تو تمہارے قتل کا حکم دیتے۔
پھر لکھتے ہو کہ:

عبارت تفاسیر مذکورہ وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت رسول مقبول ﷺ ادب سے کھڑے ہو کر نماز میں الخ

عجب تماشا ہے کہ جو چیز موجود ہوتی ہے تم کو نہیں معلوم ہوتی اور جو نہیں ہوتی ہے تم کو نظر آتی ہے۔

اصل محل تخطیہ اب تک نہیں سمجھے کہ کیا ہے؟ اور وہ ان کتب میں ہے یا نہیں؟۔عبارت جلالین کی نقل کی، حاصل اُس کا فقط اتنا ہے کہ جن قرآن سنتے تھے، معالم التنزیل کے دو قول ایک ازدحام کرتے تھے قرآن سننے کے واسطے اور دوسرا حق بجھا دینے کے واسطے۔

نیشا پوری میں تین قول ہیں:

(۱) ضمیر واسطے جن کے، تعجب کرتے تھے پیغمبر ﷺ کی عبادت اور اصحاب کی اقتدا سے۔

(۲) دوسرا ضمیر مشرکین کہ اکٹھے ہوتے تھے واسطے عداوت کے۔

(۳) تیسرا انس و جن اکٹھے ہوتے تھے واسطے بجھانے نور اللہ کے۔

شرح القرآن (میں ہے کہ) واسطے سننے قرآن کے جن اکٹھے ہوتے تھے۔

یہ کسی نے نہیں لکھا کہ جب رسول مقبول ﷺ ادب سے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن پڑھتے تھے جن وانس واسطے جلب منافع اور دفع مضار کے حضرت ﷺ پر ازدحام و تراکم کرتے تھے کہ بڑا کام اُنہوں نے اُٹھایا ہے۔اور تفسیر عزیزی کا حال یہ ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ اس کا مصنف معترض کے نزدیک مسلم نہیں ہے اور ''حسن نبات الارض من کرم البزر '' گلستاں میں پڑھا ہوگا، خصوصاً کہ وہ مخالف ہو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور صحیح ترمذی کے، اُس کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟۔

اور وہ جو آیت و من ضل ممن یدعوا من دون اللّٰہ کے مبحث میں تم نے لکھا کہ:

جواب اُس کے میں ذکر عبارت تفسیر حسینی اور ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ترجمہ ہندی مولوی عبدالقادر صاحب کا یہاں ضرور ہے۔فقط

اے عزیز! اس مایہ و بساط پر حوصلہ جواب کا کیا ضرور تھا؟ یہ اصلاً قابل مذکور بھی نہیں اور لیاقت استدلال کا تو کیا ذکر، جب ایک لفظ کی تفسیر بحدیث مرفوع صحیح صحابہ رسول اللہ ﷺ سے بطرق صحیحہ ثابت ہوئی، اس کے مقابلے میں تذکرہ کرنا زید و بکر کا اور لانا کیت و ذیت کا نہایت بے دانشی۔خود شاہ ولی اللہ سے جو ہم نے اوپر نقل کیا اُن کی بے اعتباری کے واسطے کافی ہے۔

اب سنو کہ خود شاہ ولی اللہ بھی الفوز الکبیر مما لا بد من حفظه فی علم التفسیر میں سورۂ بنی اسرائیل میں لکھتے ہیں:

اولئك الذين یدعون كان ناس من الانس یعبدون ناساً من الجن فاسلم الجن فتمسك ھؤلاء بدینھم۔ سورۂ مومن ادعونی وحدونی قال قال رسول اللّٰہ الدعاء ھوالعبادۃ انتھی۔

قولہ : اصنام اہل عرب کے لات اورعزیٰ اورود اورسواع اوریغوث اوریعوق اورنسر ہیں اورحقیقت میں یہ سب مقبولان حق اورصالحان قوم ہیں۔انتہی

افسوس کہ تم کولفظ اصنام کے معنی بھی نہیں معلوم اور نہ فرق اصنام واعیان میں، نہ قصد سمجھنے کالات اورعزی وغیرہ، جومقبولان حق اور صالحان قوم ہیں، وہ ہرگز صنم نہیں بلکہ افرادانسانی سے ہیں اور اصنام نام ہےاُن کے صور تہاے سنگیں وغیرہ کا کہ مشرکین ان پتھروں کومعبودلذاتہ جانتے تھےاور وضع اصنام کے قبل بعثت خاتم المرسلین سے تین سو برس سے آگے نہ تھے۔

شاہ ولی اللہ فوزالکبیر میں لکھتے ہیں:

اولاد حضرت اسماعیل برشریعت جد بزرگوار خود بودند تا آنکہ عمر بن لحی لعنۃ اللہ علیہ پیدا شد و برائے ایشاں اصنام وضع کردہ وعبادت آنہا مشروع ساخت......کردن بحائر وسوائب وحام استقسام بازلام ومثل آن برائے ایشاں اختراع نمود وایں حادثہ پیش از بعثت آنحضرت ﷺ نزدیک سہ صد سال وقوع یافت۔

اوربھی اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

وایں مشرکاں درخلق جواہر وتدبیر امورعظام ہیچک را شریک نمی دانستند چوں خداتعالیٰ برکارے ابرام فرماید ہیچ یک راقدرت ممانعت اثبات نمی کردند بلکہ اشراک ایشاں درامور خاصہ بہ بعض بندگاں بودگمان می بردندکہ مانند آنکہ بادشاہ عظیم القدر بندگان خاص خود را باطراف ممالک می فرستد وایشاں رادرامور جزئیہ تاوقتےکہ حکم صریح بادشاہ نشدہ است مختار و متصرف می دارد وخود بتدبیر امور جزئیہ بندگاں نمی پردازد وحوالہ سائر بندگان بقہاریہ می کند وشفاعت قہاریہ درباب خادماں ومتوسلان ایشاں

قبول می نماید ہم چنیں ملک علی الاطلاق جل مجدہ بعضے بندگان خود را خلعت الوہیت دادہ است ورضا وسخط ایشاں در سائر بندگاں اثر می کند پس واجب می دانستند تقرب بہ آں بندگان خاص تا شائستگی قبول ملک مطلق حاصل شود وشفاعت ایشاں در مجارے امور درجہ پذیرائے یابد وبملاحظہ ایں امور سجدہ بسوائے ایشاں وذبح برائے ایشاں وحلف بنام ایشاں واستعانت در امور ضروریہ بقدرت کن فیکون ایشاں تجویز می نمودند وصورتہا از سنگ و..........ومثل آں تراشیدہ قبلہ توجہ بہ آں ارواح ساختند وجاہلاں رفتہ رفتہ آں سنگ ہارا بذاتہا خود معبود انگاشتند وخلط عظیم راہ یافت۔

اور بھی اسی کتاب میں بیان مخاصمہ مشرکین قرآن عظیم میں اور جوابات اشراک میں لکھا ہے:

رابعاً بیان شناعت عبادت اصنام وسقوط احجار از مراتب کمالات انسانیہ فکیف مرتبۃ الالوہیۃ وایں جواب مسوق است برائے قومے کہ اصنام را معبود لذاتہ انگارند۔ انتہی۔

قولہ: ''جیسا کہ نیشا پوری الخ'' ایک دو فقرے کسی کتاب کے نقل کر دینا اور اُس کو بھی نہ سمجھنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ دعویٰ تمہارا کسی عبارت سے ظاہر نہیں ہے بلکہ لفظ صلوٰۃ وثنا اور ''بعد از مرگ ایشان بصورت ایشان از چوب وسنگ پیکرہا ساختند وتعظیم آن می نمودند بمرور زمان بہ پرستش آن مشغول شدند'' اور الفاظ تمہارے دعوے کے خلاف موجود۔

قولہ: ''شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں الخ'' ایسی نقل کرنے سے کچھ اعتبار ناقل کا نہیں ہوتا بلکہ منقول عنہ کو بھی بے اعتبار کرتی ہے اور حاجت ہوتی ہے اثبات کی صحیح طریقہ سے۔

قولہ: ''ہر گاہ کہ یہ ثابت ہوا کہ اصنام پرستی الخ'' ذرا خدا سے ڈرو کہاں ثابت ہوا کہ صنم نام ہے پیر کا؟ بلکہ ہم نے جو بیان کیا اُس سے بلکہ تمہاری نقل سے بھی ثابت ہے کہ صنم نام ہے پیکر ہائے سنگیں وچوبیں کا کہ مشرکین اُن کو معبود لذاتہ جانتے تھے۔

قولہ ''قول ابوحیان اندلسی کا الخ'' باوجود موجود ہونے لفظ اصنام کے عبارت میں ابوحیان کی اور تصریح لفظ **وھی جماد** کے مخالف قول اپنے مولانا کے نہ سمجھنا، سوائے جماد کے اور کسی سے ممکن

نہیں۔ اگر تم یا تمہارے مولانا ارواح کاملین کو جماد اعتقاد رکھتے ہوں، مگر اوروں کے کلام میں کہ جن کی تصریحات سے خلاف اُس کا موجود ہو کیوں کر اعتبار کیا جائے۔

ابوحیان اندلسی نے لکھا ہے:

واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشك ان ذلك ثابتٌ لهم ولسائر الموتی۔

بیضاوی لکھتا ہے:

وفيها دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بأنفسها مغائرةٌ لما يحس به من البدن فبقی بعد الموت دراكة وعليه جمهور الصحابة والتابعين وبه نطقت الآيات والسنن و علی هذا تخصيص الشهداء لاختصاصهم بالقرب من اللّٰه ومزيد البهجة والكرامة۔

اور تفسیر آیت **والمدبرات امرا** میں لکھا ہے:

اوصفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعاً شديداً من اغراق النازع فی القوس فينشط الی عالم الملكوت وتسبح فيها فتسبق الی حظائر القدس فتصير لشرفها وقوتها من المدبرات انتهی۔

قوله: ''یہ تو صریح تحریف اور خیانت فی الروایت ہے الخ'' خود نقل کر کرا نکار کرنا ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے؟ یہ عبارت مدارک کی جو تم نے نقل کی اس میں صاف صریح **ویدعون من دون اللّٰه** کو **بعبدة الاصنام** تفسیر کیا، پھر کہتے ہو کہ ''یدعوا'' کی تفسیر معبد کر اور من دون اللہ کی اصنام کر نسبت کرنا مدارک کی طرف تحریف وخیانت ہے، کیا غباوت ہے ذرا آنکھ کھول کر دیکھو۔

قوله: ''اس سب سے بڑھ کر الخ'' تم کو اس ماجرے سے خبر نہیں اسباب نزول ایک باب ہے عمدہ ابواب علوم قرآن سے، کہ اصول میں مذکور ہے۔ شاہ ولی اللہ فوز الکبیر میں لکھتے ہیں:

باب پنجم در ذکر جملہ صالحہ از شرح غریب قرآن واسباب نزول آنکہ مفسر را

حفظ آں ضروریست وخوض در تفسیر بدون آں ممنوع ومحظور۔ انتہی۔
اور بیان وجوہ خفائے معانی نظم قرآن میں لکھتے ہیں:

وگاہے بسبب یادنداشتن اسباب نزول الخ

اور رسالہ ندائیہ میں کہ جس کے اجزائے متفرقہ تم نے دیکھ کر بنام نہاد رد یہ کچھ واہیات بکا موجود ہے:

ومواردنزول را کہ رکن عمدہ تفسیر است مطلقاً ملحوظ نداشتہ ہر چہ در رائے فاسدش خطور نمودہ بے محابا بر زبان آورد و اہتمام صحابہ درایں باب انچہ ہست بر متبعان حدیث ظاہر۔ بخاری ومسلم وترمذی نقل کردہ اند ان **مروان قال لبوّابه اذهب يارافع الى ابن عباس فقل لئن كان كل امرء منا فرح بما اتى واحب ان يحمد بمالم يفعل معذباً لنعذبن اجمعون فقال مالكم ولهٰذه الآية انما نزلت هذه الآية فى اهل الكتاب** وجلال الدین سیوطی در اتقان آوردہ **اخرج ابو الشيخ عن الضحاك قال قال لى ابن عباس احفظ عنى كل شى فى القرآن ومالهم فى الارض من ولى ولانصير فهو للمشركين واماالمؤمنون فما اكثر شفعائهم وانصارهم.**

غرض شواہد ایں در کتب صحاح بکثرت موجود وہنگامی کہ صاحب کتاب درقید حیات بود شخصے پرسید کہ جناب آیاتے کہ درحق کفار ومشرکین وارداند برمسلماناں راست می سازند وقول ابن عباس کہ بالا مذکور شدہ ظاہر نمود و گفت کہ جناب درموعظ از نفی ولی ونصیر کہ برائے مشرکین است حکم مشرک گردید مسلمین صرف بسبب دانستن کسے را ولی ونصیر می فرمایند ایں چہ امر است حضرات صحابہ را اہتمام مواردنزول بسیار پیش نہاد خاطر می ماند در جواب آں بے محابا بر زبان رفت کہ درصحابہ ہم مثل شما بسیار کساں مصداق **وما يؤمن اكثرهم بالله الاوهم مشركون** بودند مابرصحابہ ایمان

نیاوردہ ایم سبحان اللہ چہ دیانت وخوش فہمی است کہ عمل بر علیکم بالسواد الاعظم وبایھم اقتدیتم اھتدیتم وفاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون شرک است وشمول در وعید ویتبع غیر سبیل المؤمنین ومن شذ شذ فی النار ومن قال فی القرآن برأیہٖ فلیتبوأ مقعدہ فی النار ایمان است۔ الحق کہ مصداق من اتخذاللّٰہ ھواہ ہمیں است و آوردن ایں آیت دریں مقام ہم ناشی از ہماں فساد است چہ آیت کریمہ نازل شد درحق مشرکانے کہ اقرار میکردند بخالقیت اللہ و بہ ایں عبادت اوثان ہم میکردند ودر جامع ترمذی آمدہ وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الّا وھم مشرکون فان سالتھم من خلقھم ومن خلق السمٰوات والارض لیقولن اللّٰہ وفی روایۃ فیقرون اللّٰہ خالقھم فذلک ایمانھم وھم یعبدون غیرہ فذلک شرکھم ودر تفسیر مدارک نوشتہ ای وما یؤمن اکثرھم فی اقرارہ باللّٰہ وانہ خلق السموات الا وھو مشرک لعبادۃ الوثن الجمھور علی انھا نزلت فی المشرکین الخ در ابتدائے کتاب ہم ایں آیت را نقل نمودہ وتصرف در معنی آں ساختہ و در تقریر مسلسل اولیا وانبیا را نشان سہام کلام نمود کہ مقصود اصلی تصنیف کتاب ہمیں است نعوذ باللّٰہ من شر الوسواس الخناس۔ انتہی۔

کتب علم عقائد وکلام میں مذکور ہے کہ لغت سے اس آیت کو دلیل لائیں او پر مذہب اہل سنت کے، اہل سنت نے جواب دیا کہ ''مومن میں ایمان لغوی مراد ہے نہ شرعی''۔

اور وہ جو قاعدہ اصول کا لفظ سن کر نقل کیا، برادر! اس کا حال مختصر سمجھ لو کہ اہل اصول مختلف ہیں بعضے اس طرف بعضے اُس طرف، اور مختار ہمارا بھی یہی ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب مگر اتنا سمجھ لو کہ مخالفین بھی اہل اصول سے ہیں اور یہ جو تم نے لکھا ہے:

اور نہیں تو آیت یا ایھا الذین آمنوا حق حضرت صدیق میں الخ

کمال نادانی کی بات ہے، زبان پر لانا نہ چاہیے کیوں کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ اتقان میں لکھا ہے:

فالذین قالوا ذلك لم یقصدوا ان حکم الآیة مختص بأولئك الاعیان دون غیرھم فان ھذالا یقوله مسلم ولا عاقل علی الاطلاق والناس وان تنازعوا فی اللفظ العام الوارد علی سبب بل یختص بسببه فلم یقل احدٌ ان عمومات الکتاب والسنة تختص بالشخص المعین وانما غایة ما یقال انھا یختص بنوع ذلك الشخص فیعم ما یشبه ولا یکون العموم فیھا بحسب اللفظ والآیة التی لھا سبب معین وان کانت امراً ونھیاً فھی متناولة لذلك الشخص ولغیرہ ممن کان بمنزلة وان کانت خبراً بمدح اوذم فھی متناولة لذلك الشخص ولغیرہ ممن کان بمنزلته۔

اور جو قائل ہیں عموم کے انطباق اصل حکم کو وہ بھی لازم جانتے ہیں۔

ایک مسئلہ اس باب کا اور بھی سمجھنا چاہیے، وہ یہ کہ مسئلہ عبرۃ عموم لفظ کا خاص ہے الفاظ عام کر کہ صیغے اس کے کتب اصول میں مذکور ہیں اور جو آیت نازل ہوئی کسی کے حق میں اور لفظ عام نہیں وہ آیت اسی شخص پر قطعاً مقصود ہوگی یقیناً جیسے **سیجنبھا الاتقی الذی یوتی** الخ کہ وہ نازل ہوئی حضرت ابوبکر کے حق میں بالاجماع اتقان میں ہے:

وقد استدل بھا الامام فخر الدین الرازی معقوله ان اکرمکم عنداللّٰه اتقٰکم علی انه افضل الناس بعد رسول اللّٰه ووھم من ظن الآیة عامة فی کل من عمل عمله اجراء له علی القاعدة وھذا غلط فان ھذہ الآیة لیست فیھا صیغة عموم اللفظ اذا الالف واللام انما یفید العموم اذا کانت موصولة اومعرفة فی جمع وزاد قومٌ او مفرد بشرط ان لایکون ھناك عھد واللام فی الأتقا

ليست موصولة لانها لاتوصل بافعل التفضيل اجماعاً والاتقى
ليس جمعاً بل هو مفرد والعهد موجود خصوصاً مع مايفيد
صيغته من التمييز وقطع المشاركة فبطل القول بالعموم وتعين
القطع بالخصوص والقصر على من نزلت فيه۔

قوله : ''اس صورت میں جوکوئی کسی بزرگ کوالخ'' ذرا سمجھو کہ دعویٰ عموم کا اور تفریع کرنا خصوص کا، افسوس کہ عام خاص کے معنی بھی نہیں جانتے، اگر سب تحریفات قرآنی سے درگذر کیجیے تو مطابق تمہارے ادعا کے یہ ہے کہ جوکوئی کسی کو پکارے خورد کو یا بزرگ کو ہر وقت حاضر ناظر حال اپنے کا سمجھے، یا نہ سمجھے، بعد سے یا پاس سے، اور یہ جانے کہ وہ ہمارے پکارنے کو سنتے ہیں یا نہ جانے، اتنی تخصیص مہمل جوتم نے اپنے دل سے خلاف تفاسیر صحیحہ نکالی اور تفریع کیا اس مزخرفات کو عموم پر کمال نادانی کی۔

قولہ : ''اوپر اس نہج کے کہ صفات کمالیہ الخ''۔ نہ تم کو معنی شرک سے خبر، نہ صفات مختصہ باری سے، اور نہ کلام معترض کو کہ جس کا جواب لکھا دیکھا سمجھا۔

اول معنی شرک کے سمجھو۔ شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں:

مشرک آنست کہ غیر خدا را صفات مختصۂ خدا اثبات نماید مثل تصرف در عالم بہ ارادہ کہ تعبیر ازآں کن فیکون میشود یا علم ذاتی از غیر اکتساب بحواس و دلیل عقلی و منام والہام و مانند آں الخ۔

اب حال اپنے افترا کا جناب معترض پر سنو کہ یہاں جو تم نے عبارت معترض کی نقل کی، کوئی لفظ اس عبارت کا اس پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جناب معترض نے لکھا ہے کہ:

در ماسبق از دلائل شرعیہ ثبوت علم و حیات وادراک وسماع ارواح کماینبغی مبین گردیدہ

لازم تھا کہ آنکھ کھول کر اول ماسبق کو مع دلائل دیکھتے کہ مدعا کیا ہے، اور دلیل سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور وہ دلیل صحیح ہے یا غلط؟ سو وہ تو کچھ نہ کیا اور آپ ایک اتہام کر کر نعوذ باللہ کہہ لیا'' کچھ فائدہ نہیں''۔ کلام سابق یہ ہے:

باید دانست کہ چون گفتگو با مخالفین درمسئلہ ہذا لامحالہ منجر میشود بکلام در علم و ادراک وحیات اموات لہذا رواتیے کہ درایں ابواب بنظر رسیدہ اند بے قصد ترتیب بیان کردہ میشوند تا مخالفین را سبب ہدایت وموافقین را باعث اعانت گردد

اور دس ورق کی روایتوں سے مالا مال ہے۔ بعد اُس کے لکھا ہے:

ملخص کلام آنکہ ارواح را بعد مفارقت ابدان در عالم برزخ حیات وعلم و ادراک و دیگر صفات انسانیہ و ملکات ملکوتیہ ہر فردے را ہر قدر کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمودہ علی حسب المراتب حاصل مگر ایں صفات وافعال آں عالم از صفات وافعال این عالم بطور دیگر اند مثلاً ابدان درحیات دنیا محتاج بطعام و شراب اندو در آں عالم چناں نیست وسمع کہ دریں عالم برقرع صماخ سامعہ وقوۃ مادیہ موقوف است ودر آں عالم نہ چناں است ومی تواند کہ کسے کہ انکار سماع موتی میکند ہمیں سماع مراد باشد بلکہ آں عالم اشبہ واقرب است بعالم ملکوت ولہذا افعال آن عالم قوی از افعال ایں عالم می باشد مثلاً از سماع دنیا کہ بہ قوت مادیہ است سماع آں عالم قوی است چہ از سماع دنیا آنچہ مسموع نمیشود بسبب بعد فاصلہ یا حیلولۃ حاجب وغیرہ دران عالم مسموع میشود ایں اوائق مانع آن نمیشوند علی ہذا القیاس ہر قدر کہ درروایات صحیحہ مذکورہ تأمل وتفکر نمایند ابواب مسائل آشکار میشوند ایں قوۃ واز دیاد را حد معین نیست ہر قدر ہر کسے را کہ عنایت الٰہیہ مرحمت فرمود ہماں قدر اورا حاصل نہ بیش و نہ کم وہمیں حال است در حیات دنیویہ یعنی درمخلوقیہ و مقدوریہ وحاجت بصانع مجرد و مادی ومفارق ومتعلق حیوان ونبات ومعدن ہمہ متساوی الاقدار فاما حکمت الٰہیہ درصفات امکانیہ امتیازے فیما بین نہادہ ہمیں قسم عالم برزخ از عالم دنیا ہم ممتاز است۔

بعد اس کے اور چند روایتیں نقل کیں ایک ان میں سے یہ ہے:

شاہ عبدالعزیز صاحب درالٰہیات تحفہ اثناعشریہ می فرمایند حاصل آنکہ چون روح ازتن جداشد قوائے نباتی ازاوجدامیشوند نہ قوائے نفسانی وحیوانی واگر وجودقوائے نفسانی وحیوانی فیضاناًیابقاءمشروط باشد بوجودقوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ راشعور وادراک حسی وحرکت وغضب ودفع منافرنباشد پس حال ارواح درعالم قبرمثل حال ملائکہ است کہ بتوسل شکلی وبدنی کاری کنند ومصدرافعال حیوانی ونفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند فرق ہمیں است کہ ملائکہ را موافق اعمال تنعیم وتعذیب نیست و ارواح رابحسب اعمال مکسوبہ تنعیم وتعذیب خواہد بود۔

اورجناب معترض نے مالحق میں فرمایا ہے:

وحق دریں مقام آنست کہ افعال عبادہمہ مخلوق واجب انددرایں حکم احیاءً اموات آدم وملک وجن وغیرہ ہمہ یکساں اگرکسے فرشتہ یا آدم زندہ یامردہ را درکدام فعل مستقل وخالق داندکفراست کلام وسماع احیاہم نیست مگربخلق و قدرت اوتعالیٰ اگراوتعالیٰ بخواہدکلام کنندوبشنوندوہم چنیں جمیع افعال واگر نخواہدنشنوند اگرچہ سوراسرافیل درگوش اودمیدہ شودعلی ہذاالقیاس ارواح اموات ہم نمی شنوندتا آنکہ خدانمی شنواندوباسماع خدامیشوندوکلام می کنندو دیگرافعال می کنند چنانکہ جریان عادتِ الٰہی درعالم مادی برائے سمع وغیرہ ہریک فعل طریقے نہادہ کہ برآن طریق ہم درافرادوانواع تفاوتہائے بے پایاں پیدا کردہ باصرۂ یکے رااز باصرۂ دیگرے وسامعہ یکے رااز سامعہ دیگرے وعلی ہذاالقیاس وبطرق خاصہ مخلوقہ ہم حصرقدرت اونگردیدہ ہر گاہے کہ خواست درآں طریق ہم تصرف نمودہم چنان درعالم مجردیعنی ملک وروح مفارق ہم طرق حیات وعلم وادراک وسمع وغیرہ نہادہ کہ افعال و اعمال انسان درارض معلوم مدرک ایشان گرددبرآسمان ودرجنت ومزاج علی تفاوت المراتب باعلام اللہ واسماعہ۔

اب دیکھو کہ تمام کلام معترض میں کوئی لفظ کہ جسے شرک موافق تفسیر شاہ ولی اللہ کے، یا موافق تحریر تمہاری کے، پایا جاتا ہو نہیں ہے۔ پھر معترض پر افترا کرنا اور اس افترا پر طعن و تشنیع لکھنا حقیقت میں سب تشنیع اپنے اوپر کرنا ہے۔

قولہ : ''عبارت تفسیر عزیزی الخ'' اے مہربان! باوجود اظہار اس امر کے کہ شاہ عبدالعزیز کو معترض مستند نہیں جانتا پھر اُن کی سند لانا کیا فائدہ؟

دوسرے یہ کہ جس امر کا تفسیر عزیزی میں ردّ و انکار ہے وہ لفظ عبارت معترض میں نہیں۔

تیسرے یہ کہ معترض نے کلام شاہ عبدالعزیز صاحب کو الزاماً ایراد کیا ہے۔

قولہ : ''سماع اموات میں نزدیک قبر کے الخ'' اس مقام میں بہت خطائیں صادر ہوئیں۔

(۱) اول نہ دیکھنا تمام اُس کلام کا کہ جس کے جواب کا حوصلہ کیا، باوجودے کہ اُسی رسالے سے یہ بھی نقل کیا کہ:

در ماسبق از دلائل شرعیہ ثبوت علم و ادراک و سماع ارواح کما ینبغی مبین گردیدہ

اگر اُس مقام کو دیکھتے تو یہ ہذیان نہ بکتے کہ روایات صحیحہ صریحہ سماع اموات کی بکثرت موجود۔

(۲) دوسرے جس پر معترض نے اعتراض کیا وہ بھی دور کی قید لگاتا ہے پس تم مجیب بنے اور نہ سمجھے کہ جواب موافق مذہب مدعی چاہیے۔

(۳) تیسرے وہ مقلد امام اعظم اور مقید مذہب نہیں بلکہ اُس کو برا جانتا ہے، علی ہذا القیاس تمہارے اکثر مشائخ۔

(۴) چوتھے نقل مذہب میں روایت مشہورات اور معتمدات سے کام آتی ہے۔ نہ عجائب و غرائب سے کہ نہ مدعی کے نزدیک مسلم اور نہ معترض کے، فتاویٰ غرائب جو مشہور ہے اور اُس کا ذکر کتب متاخرین میں آتا ہے اُس میں یہ نقل نہیں اور جب مجیب سے لوگوں نے باز پرس کی تو ظاہر کیا کہ غرائب فی اختلاف المذاہب سوائے فتاویٰ غرائب مشہور کے ہے، اُس کا کہیں پتہ نشان ظاہر نہ کیا اور مولوی سعد اللہ صاحب وغیرہ کو گواہ قرار دیا، سو انھوں نے عند التفتیش بیان کیا کہ سوائے فتاویٰ غرائب مشہور کے ہم اور کسی کتاب غرائب فی اختلاف المذاہب سے واقف نہیں۔

(۵) پانچویں دھوکا کھایا نقل عبارت فتح القدیر میں، ظاہراً دیکھنا تمہارا فتح القدیر کو اور کتب مذکورہ کو اور سمجھنا اُن کا بغایۃ مستبعد ہے، اگر ماً ۃ مسائل دیکھ کر یہ جراُت کی سوحال اس کا کتاب تصحیح اغلاط ماً ۃ مسائل میں مفصلاً مذکور ہے اور ملخص اس کا بغایت مختصر یہاں بھی لکھا جاتا ہے:

ملخص کلام ابن ہمام ایں کہ مرتکبین مجاز یعنی مانعین تلقین بعد موت ہماں کساں اند کہ منکر سماع میت اند و ابن ہمام در ماسبق دلیل مانعین بعد موت را رد نمودہ گفت کہ نسبت کردہ شدہ است بسوئے معتزلہ و آنچہ مبنائے منع شاں نزد ابن ہمام قرار یافت یعنی عدم سماع میت آں را در مالحق رد نمودہ پس استشہاد مجیب بشمول دیگر کتب بحذف اول و آخر وفصل موصول تغلیطی بیش نیست و از اکثر مشائخنا معتزلہ مراد اند کہ منکر اند سماع موتی را و ہم تلقین بعد موت را چنانچہ خودش تصریح نمودہ و ایں امر در اکابر حنفیہ مشہور امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب است در کتاب تلخیص الادلہ نوشتہ و ینبغی ان یلقن المیت علی مذهب الامام الاعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فهو علی مذهب الاعتزال بلکہ اعیان حنفیہ سماع موتی را مذہب اہل سنت قرار دادہ مثل عینی در شرح ہدایہ وغیرہ وحال مسئلہ ایمان آنکہ مذہب ابوحنیفہ وسائر حنفیہ ایں ست کہ الفاظ مستعملہ در ایمان مبنی اند برعرف و ایں مسئلہ ہا در ہمہ کتب مذکورہ موجود مسئلہ عدم سماع موتی از علم فقہ نیست در طے کلام بضمن ایراد و جواب بطریق بحث مواخذات کہ عادت شراح ومحشین است مذکور گردیدہ در ہماں فتح القدیر در باب الیمین فی الکلام مسطور است **لا یقال فی المیت کذلک لولا المیت یسمع لانا نقول یمینه لا ینعقد الاعلی الحی لان المتعارف هو الکلام معه** و در فصیحیہ بعد مناقشہ قلائے بدر وغیرہ می نویسد **فالجواب............ ان الفقهاء فی مسائل الایمان خصوصاً الحنفیة کانوا یعتبرون العرف العام ولا اشتغال لهم**

فی غیرہ کذا فی العمان.

قولہ: ''چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب الخ'' عجب تماشا ہے کہ تم کو جو چیز میسر آتی ہے متفرق ہے، کچھ تخصیص رسالۂ معترض ہی کی نہیں، سند لائے شاہ عبدالعزیز صاحب کے استفتا کی اور اُس کا اول وآخر بھی چھوڑ دیا، اول اُس کا یہ ہے:

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین اندریں معنی کہ انسان را بعد موت ادراک و شعور می ماند چنانچہ زائرین قبر خود را شناسند وکلام شاں بشنوند یا نہ؟

جواب: انسان را بعد از موت شعور وادراک باقی می ماند و برایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب القبر وتنعم القبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفترے طویل می خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال القبور تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی و دیگر کتب حدیث باید دید واثبات عذاب القبر در کتب کلامیہ از عمدہ مباحث است حتی کہ بعضے از اہل کلام منکر آں را تکفیر کردہ اند وعذاب وتنعم بغیر ادراک وشعور نمی تواند شد ونیز در احادیث صحیحہ مشہورہ در باب زیارت قبور وسلام بر موتی وہم کلامی بہ آنہا کہ **انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا ان شاء اللّٰہ بکم لـلاحقون** ثابت است ودر بخاری ومسلم موجود است کہ آنحضرت ﷺ با کفارے کہ در بدر کشتہ بودند خطاب فرمودند **ھل وجد تم ماوعدر بکم حقا** مردم عرض کردند **ما تکلم من اجساد لیس فیھا ارواح** فرمودند **ما انتم باسمع منھم ولکنھم لا یجیبون** ودر قرآن مجید ثابت است **لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون فرحین بما آتٰھم اللّٰہ من فضلہ** بلکہ از احوال پس ماندگان ہم خوش وقت واستبشار ثابت است **ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم ان لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودنش شبہ نیست۔

واما قواعد فلسفی پس بقائے روح بعد از مفارقت و بقائے شعور رو ادراک و
لذت روحانی وآلام روحانی مجمع علیہ فلاسفہ است الا جالینوس ولہٰذا اورا در
فلاسفہ نہ شمردہ اند فظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است و روح در شعور و
ادراک دائما در ترقی پس مفارقت بدن در سلب ادراک وشعور چہ قسم تاثیر
تواند کرد۔

اورآخر اُس کا یہ ہے:

سوال: کسے صاحب باطن و صاحب کشف بر قبور ایشان مراقب شدہ
چیزے از باطن اخذ می تواند نمود یانہ؟

جواب: می تواند نمود۔ انتہٰی

اول کلام شاہ عبدالعزیز صاحب مخالف اپنے سمجھ کر چھوڑ دیا اور وہ جو ذکر کیا ہے وہ بھی مخالف ہے،
مگر اپنے قصور فہم سے نہ سمجھے، کیوں کہ دعوی انکار مطلق اور سند میں کم ثابت اور وہ جو لکھا ہے کہ
''اس سے ظاہر ہوا'' الخ۔

اس سے ظاہر ہے کہ تم اس عبارت کے معنی نہیں سمجھے جس کو کچھ بھی عقل ہوگی وہ جانتا ہے۔

قولہ: ''یہ علم غیب ہے الخ''، اے عزیز! پہلے علم غیب کے معنی سمجھنا چاہیے سو ہم تمہارے مستندوں
سے نقل کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر سورۂ جن میں لکھتے ہیں:

غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب نہ حاضر تا بہ
مشاہدہ و بوجدان دریافت شود و اسباب و علامات آں نیز در عقل و فکر آں در
نیاید تا ببداہتہ و استدلال دریافت شود و ایں غیب مختلف می باشد پیش کور
مادرزاد عالم الواں غیب است و عالم اصوات و نغمات والحان شہادت و پیش
عنین لذت جماع غیب است و پیش فرشتہ الم گرسنگی غیب است و دوزخ و
بہشت شہادت ولہٰذا ایں قسم غیب را غیب اضافی نامند و آنچہ نسبت بہمہ
مخلوق غائب است غیب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام کونیہ
وشرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز در ہر شریعت و مثل حقائق ذات وصفات او

تعالیٰ است علی سبیل التفصیل وایں قسم راغیب خاص اوتعالیٰ نامند فـــــلا **یـظهر علی غیبه احداً** یعنی پس مطلع نمی کند برغیب خاص خود ہیچ کس را بوجہ کہ رفع تلبیس واشتباہ وخطاب کلی دراں اطلاع حاصل شود واحتمال خطا واشتباہ اصلاً نماند وہمیں اطلاع دادن ....است کہ اورا اظہار شخص بر غیب تواں گفت بخلاف اطلاع منجمین واطبا وکاہنین ورمالاں وجفریاں و فال بیناں کہ علم ایشاں ببعض حوادث کونیہ از راہ استقلال وعلامات ظنیہ بااخبار محتملۃ الصدق والکذب جنیاں وشیاطین تخمینی ووہمی می باشد نہ یقینی واولیا را ہر چند علم الہامی یقینی ببعض حقائق ذات وصفات ووقائع کونیہ حاصل میشود اما تلبیس واشتباہ بجمیع الوجوہ ازاں مرتفع نمی گردد تا اظہار ایشاں برغیب واستیلا برآں متحقق گردد بلکہ اظہار غیب برایشاں وانعکاس صور غیبیہ درآئینۂ وجدان ایشاں است ولہذا تکلیف عام برآں متحقق نمیشو دالیٰ آخر ما قال پس اظہار برغیب ہیچ کس را نمی دہد مگر کسے را کہ پسند می کند وآں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد خواہ از جنس بشر۔

اور بھی اسی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دراں جا باید دانست کہ صاحب کشاف بنا بر مذہب اعتزال خود در تحت ایں آیت گفتہ است **فـی هـذا ابـطـال الـكـرامات لان الذی یضاف الیهـم وان كـانـوا اولیـاء مـرتـضیـن فلیسوا برسل الی آخر مـاقـال** لکن باوجود ادعائے دانشمندی ایں حرف از وبسیار بعید واقع شدہ زیرا کہ ایں آیت نفی اطلاع برغیب بوجہ کہ رفع تلبیس واشتباہ بکلی درآں حاصل شود از غیر رسولاں می کند نہ نفی اطلاع برغیب مطلقاً چہ جائے آں کہ کرامات دیگر را ابطال نماید ودرتفسیر گذشت کہ اظہار شخص برغیب چیزے دیگر است واظہار غیب برشخص چیزے دیگر از نفی آں نفی ایں لازم نمی آید و اولیا را اگر چہ اظہار برغیب حاصل نیست اما اظہار غیب برایشان جائز وواقع

است الی آخر ما قال ولہذا اکثرے علمائے اہل سنت و جماعت کہ فرق در اظہار تشخص برغیب واظہار غیب بر تشخص نکردہ اند میگویند کہ مراد از غیب در ایں آیت احکام شرعیہ اند کہ تکلیف آنہا عام است بر مکلفین واگر از غیب غیب مطلق مراد باشد لازم آید کہ نبی محض مثل خضر علیہ السلام راا طلاع بر ہیچ امر غیبی حاصل نشود زیرا کہ درآیت حصر علم غیب بر لفظ رسول فرمودہ است و رسول اخص از نبی است آرے اطلاع براحکام شرعیہ جدیدہ دادن خاصۂ رسول است کہ دریں یافتہ نمی شود بعضے از ایشاں گفتہ اند کہ حصر بملاحظہ قید اصالت است یعنی بالاصالت اطلاع برغیب خاصۂ پیغمبراں است واولیارا اطلاع برغیب بطریق وراثت وتبعیت حاصل می شود چنانچہ نور قمر مستفاد است از نور شمس وحصر چیزے دراں آنچہ بالاصالت باشد وامر نفی آں چیز ازاں چہ دراں بہ تبعیت و وراثت باشد مجاز یست متعارف ومشہور داخل بتاویل نیست وبعضے از قدمائے مفسرین اہل سنت کہ مراد از غیب لوح محفوظ است واطلاع برلوح محفوظ ہیچ کس را سوائے پیغمبراں حاصل نمی شود ولیکن دریں مقام خللہا است الی آخر ما قال۔

دوم آں کہ مراد از اطلاع بر کتاب اطلاع بر مضامین مرقومہ دراں کتاب می شود نہ دیدن نقوش لوح محفوظ باشد وایں معنی اولیاء اللہ را نیز حاصل می گردد پس دیدن وندیدن برابر باشد۔

سیوم آں کہ اطلاع بمطالعہ دیدن نقوش نیز از بعض اولیاء اللہ متواتر منقول است پس اختصاص وحصر صحیح نخواہد بود۔ انتہیٰ۔

قولہ : ''سنناارواح اموات کا ندائے داعی کو نزدیک و دورقبر سے کس طرح ثابت ہوگا الخ''، فی الواقع کوئی طریق ثبوت کا مجیب پر ہمارے خیال میں نہیں آتا، اس واسطے کہ ہزار طرح لکھیے اور بیان کیجیے تم نہیں سمجھتے، تمام رسالہ مالا مال ہے اگر صرف ایک روایت مرقات کی جواس میں پہلے منقول ہے کہ:

فـال الـقاضی و ذلك ان النفوس الزكية القدسية اذا تجردت عن العـلائـق البـدنية عـرجـت و اتصلت بالملاء الاعلی ولـم يبق لها حـجاب فتریٰ الكل كالمشاهد بنفسها او باخبارالملك لها وفيه سرٌ يطلع عليه من تيسرله ذلك۔

اور ایک فقرہ جو آخر کو مسطور ہے:

ہم چناں در عالم مجرد یعنی ملک وروح مفارق ہم طرق ادراک وسمع وغیرہ کہ افعال واعمال ایشاں در ارض معلوم و مدرک ایشاں گردد بر آسماں و جنت و برزخ علی تفاوت المراتب باعلام اللہ واسماعہ وایں امر ثابت است بادلۂ شرعیہ چناں کہ بالا گذشت ونیست دراں رائحہ شرک بلکہ انکار آں خطا است۔

دیکھتے اور سمجھتے تو ایسے واہی شبہات میں نہ پڑتے۔

قــولــہ: ''ہاں مگر ندائے اموات کی وقت زیارت قبور کے الخ''اس روایت سے تخصیص سمجھنا کمال بے فہمی ہے۔علاوہ اس کے تمام کتاب دلائل ندائے اموات غیر وقت زیارت قبور اور بغیر ان الفاظ سے مالا مال ہے، جب تک اُن سب دلائل کا رد نہ ہو خیال جواب مالیخولیا ہے۔

قولہ: ''کہا سکا کی نے الخ''اے عزیز!سکا کی مرد بدمذہب معتزلی المشرب کا ذکر کرنا مقابلے میں ائمۂ اہل سنت کے کمال نادانی اور بے دینی ہے۔

قولہ: ''روایت کی بخاری نے الخ''اس روایت کو **مانحن فيه** سے کیا علاقہ؟

قــولــہ: ''اور خلاف اُس کا یعنی ندا اموات کی غیر زیارت قبور میں ساتھ ان الفاظ کے بھی ثابت نہیں پھر ندائے اموات کے واسطے استعانت واستمداد کے نزدیک قبر کے ہو یا دور قبر سے کیونکر موافق عقائد اہل سنت کے درست ہوگی۔فقط''۔منشا خطا کا یہ ہے کہ تمام اس کتاب کو کہ جس کے رد کا قصد ہے نہیں دیکھا،تا بدیگر کتب چہ رسد؟اگر دیکھا ہوتا تو زنہار ایسی خرافات نہ بکتے۔

قولہ: ''بحرالرائق اور عالمگیری اور فتح القدیر سے ظاہر ہے **ويكـره عنده اى عندالقبر مالم يعهد من السنة والمعهود منهاليس الا زيارته والدعا عنده قائماً.** اصل اس روایت

کی فتح القدیر سے ہےاور بحر رائق اور عالمگیری نے اُسی سے نقل کیا ہے، تم نے مأ ۃ مسائل وغیرہ رسائل میں عبارت ناتمام دیکھی یا آپ اُس میں قصر کیا اور سمجھنا نصیب اعدا، عبارت فتح القدیر کی یہ ہے:

ویکرہ النوم عندالقبر وقضاء الحاجة بل اولی کل مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عنده قائما کما کان یفعل فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللّٰه بکم للاحقون واسئل اللّٰه لی ولکم العافیة واختلف فی اجلاس القاری لیقرء عندالقبر والمختار عدم الکراهة۔

معنی لفظ دعا کے معلوم نہیں، اور نہ یہ معلوم کہ مقصود فتح القدیر کا کیا ہے، اور اُس کو دلیل سمجھنا ممانعت ندا کی دور سے اور تخصیص الفاظ خاص کی نزدیک قبر کے سب بے فہمی ہے۔ خود صاحب فتح القدیر باب زیارت قبر نبی ﷺ میں لکھتے ہیں:

ثم یسئل النبی الشفاعة فیقول یا رسول اللّٰه اسئلك الشفاعة واسئلك ان اموت علی ملتك وسبیلك۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

ویبلغه سلام من اوصله فیقول السلام علیك یا رسول اللّٰه من فلان ابن فلان یستشفع بك الی ربك فاشفع له ولجمیع المسلمین۔

پھر لکھا ہے:

ثم یرجع قدر ذراع فیقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللّٰه و رفیقیه ووزیریه ومشیریه والمعاونین له علی القیام فی الدّین والقائمین بعده بمصالح المسلمین جزاکم اللّٰه عنا احسن جزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللّٰه لیشفع لنا ولیسئل ربنا ان

يتقبل سعينا ويحيينا على ملته ويمتنا عليه ويحشرنا فی زمرته۔

قولہ: ''اور جو یہ معترض نے حدیث من سئل الخ'' افسوس کہ اول سے آخر تک ایک حرف نہ سمجھے اور کاغذ ناحق سیاہ کیا اگر اس مقام کو دیکھ کر کچھ بھی سمجھتے تو یہ واہیات نہ بکتے۔

اب سنو ملخص یہ ہے کہ اول معترض نے یہ فقرہ لکھا:

حال ارواح بعد مفارقت ابدان مثل ملائکہ می گردد برآں قیاس باید کرد۔

اور بعد نقل حدیث ابوامامہ کے لکھا:

پس ہرگاہ کہ ملائکہ وحور را در بہشت علم دعا کردن آدمی ہم می گردد صریح است کہ مسلمانے البتہ معتقد ایں خواہد بود و اطلاق شرک کہ معاذ اللہ چہ جادارد پس اگر ارواح کاملہ راہم کہ در بہشت اند علم یاد کردن احیا حاصل شد شرک از کجا آمد۔

اور بعد نقل حدیث انس کے لکھا:

پس ارواح کاملہ اگر در جنت و برزخ بشنوند کلام احیا را کہ بنصوص ثابت است شرک چگونہ لازم آید۔

اصل یہ کہ متنازع فیہ سننا اموات کا جنت و برزخ میں کلام احیا کو کہ مدعی اُسے شرک کہتا ہے، اور جناب مولانا نے اُس کو جائز لکھا، اور بنصوص شرعیہ ثابت فرمایا، اور ایک دلیل یہ بھی لائے کہ سننا حور وملک کا بہشت سے یا بہشت ودوزخ کا کلامِ آدمی کو زمین میں ثابت ہے اور شرک نہیں، پس سننا ارواح کاملہ کا جنت سے کلام احیا کو زمین میں کیوں کر شرک ہو؟ اگر یہ شرک ہو تو وہ بھی شرک ہو؟ اب یہی دیکھو کہ جواب میں جو تم نے ہذیان سرائی کی کچھ بھی مطلب سے علاقہ رکھتی ہے؟

قولہ: ''عبارت المرقات الخ'' آخر تم کو قوت شرح مأۃ عوامل سمجھنے کی نہیں اور ارادہ اتنی بڑی کتاب سمجھنے کا کیا۔

پہلے **فی دعاء** ک متعلق **اتجعل** کا نہیں ہے، نہ کچھ محل ظرفیت کا، بلکہ متعلق ہے مثلاً اور نظیراً کا۔

دوسرے **فی نداء** کہ نہیں ہے اور معنی دعا متنازع فیہ۔

تیسرے جب **ان تدعوا** کے بعد **ای تجعل** لکھا ثابت ہوا کہ دعا بمعنی جعل ہے **فی دعاء** ک

کواس میں کچھ دخل نہیں۔ دعویٰ معترض کا یعنی ہونا دعا کا بمعنی جعل **ان تدعوا ای تجعل للّٰہ ندا** سے تمام ہوگیا۔ آگے جو نداً کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا اُس کا ذکر کرنا اور نہ کرنا یکساں اور ترجمہ مدعی کا کہ ''پکارے تو'' اُس کے خلاف، پس عبارت مرقات کو مطابق تقویت الایمان کے سمجھنا کمال بے فہمی ہے۔

قولہ : ''لفظ ٹھہرا کر الخ'' اے مہربان! ذرا سمجھو کہ اعتراض کیا ہے، بعد اُس کے فکر جواب کی کرو، اعتراض ترجمے پر، اور تم کہتے ہو کہ حاصل اور لازم معنی حدیث کا ہے، یہ تو اعتراض کی تسلیم ہے اور مدعی کو مفید نہیں، کیوں کہ اُس نے اس لفظ کو ترجمے میں لکھا ہے اگر ''یعنی'' کے بعد لکھا ہوتا تو کچھ گنجائش تھی۔

قولہ : ''ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق الخ'' ملا علی قاری کو تو ایک جھوٹی توجیہ سے موئید اپنا ٹھہرایا تھا شیخ عبدالحق کا بھی نام لے لیا!!

قولہ : ''اتحاد معنی ان تینوں الفاظ الخ''۔ کلام ان تینوں الفاظ کی اتحاد معنی میں نہیں بلکہ اتحاد میں ان معنی کے ساتھ پکارنے کے کہ سوائے صاحب تقویت الایمان کے اور کوئی دیوانہ بھی نہ کہے گا۔

قولہ : ''خاتمہ کتاب بیچ بیان فصاحت فصل دوم رسالہ معترض کے بطور تعریض الخ'' افسوس کہ تم کو اول اور دوم کے بھی معنی نہیں معلوم، اب تم جو کہو سو سزا وار ہے۔

قولہ : ''حدیث اول عن انس الخ'' اے عزیز! فصل اول میں بہت سی احادیث وروایات ثبوت ندائے اموات کی موجود، ان میں کلام کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ سب کو چھوڑ کر ایک دلیل مخالف کی اپنی طرف سے نقل کر کر اُس کا جواب لکھنا اور جواب میں حق یہ ٹھہرانا کہ قریب وقت نزع حضرت ابراہیم کے تھا، نہ بعد وفات کے، سو معترض کے رسالے میں ندا کرنا حضرت عمر فاروق کا بعد وفات حضرت رسول اللہ ﷺ بہ ایں الفاظ موجود **لما تحقق عمر بن الخطاب موت النبی بقول ابو بکر الصدیق رجع الی قولہ وھو یبکی بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ** الخ

قولہ : ''حدیث دوم **اذا انفلتت دابۃ احدکم** الخ'' اصل یہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا ''**السلام علیک ایھاالنبی الکریم السلام علیک ایھا الرسول الرّحیم** شرک اور پڑھنے والا اُس کا مشرک اور یاد کرنا اموات کا بحرف ندا غیر وقت زیارت قبور اور خطاب کرنا احیا کا

کیا عامہ کیا خاصہ یعنی اولیا وانبیا سوائے مشافہہ کے اور ندائے ملک اور جن شرک ہے' اُس کے رد میں معترض نے یہ حدیث نقل کی اور لکھا کہ:

مخالفین دراں حدیث کلام می کنند بتصرف در معنی کہ از عباد اللہ احیائے موجودین مراد آید وغرض تعلیم آنست کہ اگر نام داشتہ باشد بنام شاں بخواند اگر ندانستہ باشد بدیں طور بخواند۔

پھر اُس کے جواب میں لکھا کہ:

آخر حدیث ازاں ابا می کند یعنی **فان للّٰہ عبادا لا تراھم فان للّٰہ عباداً فی الارض تحبسہ** ظاہراً منشائے تغلیط تصرف در معنی لفظو **ھو بارض لیس بھا انیس** گردیدہ حالانکہ تتمہ حدیث ازاں ابا می کند و معنی تراشیدۂ شاں مخالف کلام بلاغت نظام حضرت خیر الانام است وغرض از بودن او در زمینے کہ انیس دراں جا نباشد بیان حالت اضطرار است کہ در ہیچو مکان عادتاً زائد می باشد۔ انتہیٰ۔

اے عزیز! معترض نے ایک تاویل رکیک مخالفین کی نقل کر کر اُس کو رد کیا، اُس تاویل رکیک مردود کو بحذف جواب معترض پر وارد کرنا کمال سفاہگی ہے، جو لکھتے ہو نہیں سمجھتے کہ اُس کا کیا حال ہے۔ اول یہ معنی لکھے اور پھر جھکے اُس پر کہ:

فقط یہ تین ہی احتمال یعنی جن اور فرشتہ اور ابدال اس حدیث میں شرّاح حدیث نے لکھی ہیں۔

اے برادر! اس بیان سے ایک تو وہ معنی جو پہلے تم نے بیان کیے خلاف ٹھہرے۔ دوسرے تائید ہوئی قول معترض کی اور تم موافق ہوئے معترض کے رد میں مدعی پر کہ حکم شرک اُس کا عام تھا احیا و اموات اور جن اور فرشتہ اور ابدال کو۔

قولہ : ''**اعلم ان العلما** الخ''۔ معترض فصل اول میں بہت سے دلائل اثبات استعانت کی لایا، اُن میں کلام کرنا چاہیے تھا نہ کہ اُن سب سے اغماض کر کر ایک امر اپنے دل سے بنا کر اُس کا لکھنا کہ کمال سفاہت ہے، اور اُس مقام میں کہ توسل اور استعانت میں فرق کیا، سو یہ مخالف ہے

اُس کے کہ اول میں حدیث **عن انس أن عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا** میں لکھا، کل بساط ایک جز اُس کے ضبط کی بھی قوت نہیں اور صاحب تصنیف بننا ضرور۔

قولہ: ''حدیث سیوم **السلام علیک ایھا النبی** الخ''، معترض نے فصل اول میں اس حدیث کو استناد کیا:

عن عبداللّٰہ ابن مسعود قال کنا اذا صلینا مع النبی ﷺ قلنا سلام علی اللّٰہ قبل عبادہ السلام علی جبریل السلام علی میکائیل السلام علی فلان فلماانصرف النبی ﷺ اقبل علینا بوجھہ قال لا تقولوا السلام علی اللّٰہ فان اللّٰہ ھوالسلام فاذا جلس احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین فانہ اذا قال ذلك اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے سلام بلفظ ندا وصیغۂ خطاب تعلیم فرمایا اور ہدایت ثانیہ میں بطریق صحیح ثابت کہ کیفیت سلام مامور آیت **وسلموا تسلیما** وہی ہے جو تشہد میں ہے، یعنی بلفظ ندا اور خطاب پس اصل دعویٔ مدعی باطل ہوگیا، اب تم حامی ہوئے مدعی کے، سو معترض کے کلام میں ایک دو فقرہ کاٹ چھانٹ کے بے محل لے آئے، معترض نے لکھا تھا کہ:

از خصائص وفضائل اوست جواز خطاب بہ او در صلوۃ وخطاب غیر آنحضرت در صلوۃ مبطل صلوۃ است۔

تم نے مطلق ندا کو خصوصیات آنحضرت ﷺ سے ٹھہرا دیا اور لفظ **بطلت صلوتہ** کو نہ سمجھے اور اگر مقصد یہ ہو کہ ندا نماز میں خصوصیات سے ہے، تو کوئی مدعی جواز ندائے اموات کا نماز میں نہ تھا۔

پھر لکھا کہ ''یہ ندا اور خطاب بطریق اخبار اور حکایت کے ہے نہ بطریق انشا کے جیسا کہ پڑھنا آیت **انا ربکم الاعلی الخ**'' تماشا ہے کہ معترض نے اس شبہ کو نقل کر کر دفع کیا تم نے فقط شبہ نقل کرلیا، عبارت اُس مقام کی یہ ہے:

وغایت توجیہ کہ مخالفین دریں مقام می کنند آں کہ وقوع ایں کلمہ در تشہد بطریق حکایت است مثل انا ربکم الاعلی درقرآن وانشائے مصلّی مقصود نیست وشرک انشائے قاری است وایں عذر یست بدتر از گناہ وناشی از کمال سوئے فہم قطع نظر از قیاس مع الفارق اول وآخر حدیث مخالف صریح ایں وہم است چہ از اول حدیث پیدا کہ می گفتم سلام بر خدا سلام بر جبرئیل سلام بر میکائیل سلام بر فلاں آنحضرت ﷺ از سلام بر خدا منع فرمودند برائے آنکہ خدا خود سلام است واز ذکر بعض عباد واشخاص علی التعین خیر ذات کریم خود کہ منبع تمام برکات است منع نمودند واشارت کرد بوجہ آں و فرمود در آخر **فانہ اذا قال ذلک اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض** پس اول حدیث ہم نص است در آں کہ سلام بطریق انشائے قاری مقصود است و ہم چنیں آخرش واگر انشائے قاری مقصود نیست رسیدنش بہر بندۂ صالح کہ در آسمان وزمیں است چہ معنی دارد؟ ملاعلی قاری در مرقات نوشتہ **قال الغزالی وقیل قولک السلام علیک احضر شخصہ الکریم فی قلبک فانہ یبلغہ ویرد علیک ماھو اوفی.** فقط۔ گفت غزالی وپیش از گفتن **السلام علیک ایھا النبی** حاضر کن ذات کریم آنحضرت ﷺ را در دل خود پس بدرستی کہ خواہد رسید سلام تو آنحضرت ﷺ را وجواب خواہد داد ترا آنچہ بہتر است از اں وہم ملاعلی قاری در کتاب مذکور نوشتہ کہ از خصائص اوست جواز خطاب بہ آنحضرت ﷺ در صلوٰۃ وخطاب غیر آنحضرت ﷺ مبطل صلوٰۃ است''، شیخ عبدالحق نوشتہ کہ ''وجہ خطاب آنحضرت بجہت ابقائے ایں کلام است ہر آنچہ در اصل بود کہ در شب معراج از جانب پروردگار بر آنحضرت ﷺ سلام بخطاب آمد پس آنحضرت ﷺ درحین تعلیم امت نیز بر ہماں لفظ اصل گذاشت تا ایشاں را مذکر آں حال باشد ونیز آنحضرت ﷺ ہمیشہ نصب

العین مومناں و قرۃ العین عابداں اند در جمیع اوقات خصوصاً در حالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت نہ انکشاف دریں محل بیشتر وقوی است‘‘

انتہی۔ ظاہراً منشائے غلط فہمی مخالفین ہمیں است کہ ایں لفظ در قصۂ معراج دیدہ در تشہد ہم دیدند و خیال کردند آنچہ کردند و بر سیاق و سباق حدیث نہ رسیدند۔

قولہ : ’’حدیث چہارم الخ‘‘اس کا بھی وہی حال ہے کہ معترض نے فصل اول میں استدلال کیا کہ حصن حصین میں لکھا ہے کہ **من کان له ضرورة فلیتوضا** الخ اوراس میں لکھا ہے کہ:

مخالفین درایں حدیث دعویٰ اختصاص جواز خواندن آں بحضور آنحضرت ﷺ می نمایند وایں ادعائے شاں بسبب مخالفت جمہور و....... مثل صاحب حصن حصین وغیرہ کہ قائل بعموم اند ....وقطع می کند ایں شجرہ خبیثہ سوئے عقیدت را از بیخ و بن آنچہ طبرانی در معجم کبیر از عثمان بن حنیف روایت کرد کہ او در زمان خلافت عثمان بن عفان بحاجت مندی اجازت داد کہ عمل کرد وحاجتش روا گردید وازیں جا معلوم شد کہ از عہد صحابہ تا ایں وقت عمل برایں حدیث جاریست دعوئ اختصاص حضور آنحضرت ﷺ کہ مخالفین برائے کافر ومشرک گفتن تمام امت مرحومہ واغوائے عوام ورونق باز ارخود تراشیدہ اند حقیقتے ندارد۔

تم نے اُس میں سے ایک بات لے کر جواب لکھ لیا۔

قولہ : ’’حدیث پنجم ابن الجوزی الخ‘‘معترض نے بہت سے دلائل ثبوت استعانت کے ذکر کیے اُن سب سے اغماض کرنا اور لا نا ایک وجہ غیر موجہ کا واسطے جواب کے آدمیت سے بعید ہے۔

قولہ: ’’حدیث ششم **اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باهل القبور** الخ‘‘حکم وضع ابن جوزی کا عندالمحدثین معتبر نہیں اور معترض نے بھی اس حدیث سے استناد نہیں کیا اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں کہ مولوی اسحاق وغیرہ بھی اُس کی سند لاتے ہیں لکھا:

ودریں باب بعضے روایت کنند کہ فرمود آں حضرت چوں متحیر شوید شما در امور

پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔ انتہی

فوقع الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا.

واسطے دفع خطرات شیطانی اور رفع وساوس نفسانی تمہارے کے اس قدر کافی ووافی ہے۔ **فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر والسلام على من اتبع الهدىٰ.**

تمام شد رسالہ شمس الایمان بتاریخ بستم ذی الحجہ الحرام ۱۲۶۶ھ النبوی ﷺ روز یکشنبہ

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	**احقاق حق**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	**عقیدۂ شفاعت**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۳	**اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	**اکمال فی بحث شد الرحال**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	**فصل الخطاب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	**حرز معظم**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	**مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	**شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	**شمس الایمان**	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۰	**الکلام السدید**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۱	**رد روافض**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۲	**سنت مصافحہ**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۳	**مردے سنتے ہیں؟**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۴	**مضامین شہید**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۵	**ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۶	**عرس کی شرعی حیثیت**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۷	**فلاح دارین**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۸	**خطبات صدارت**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۱۹	**مثنوی غوثیہ**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۰	**عقائد اہل سنت**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۱	**دعوت عمل**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۲	**نگارشات محب احمد**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۳	**عظمت غوث اعظم**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۴	**شارحۃ الصدور**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۵	**الدرر السنیۃ** ترجمہ از :	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

۲۶	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۷	**ریاض القرأت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۸	**تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول)	مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی
۲۹	**مختصر سیرت خیر البشر**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۰	**احوال ومقامات**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۱	**خمیازۂ حیات** (مجموعۂ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۲	**باقیات ہادی**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳	**مدینے میں** (مجموعۂ کلام)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۴	**مفتی لطف بدایونی:** شخصیت اور شاعری	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۵	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۶	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۷	**حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۸	**احادیث قدسیہ**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۳۹	**تذکرۂ ماجد**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۰	**خامہ تلاشی** (تنقیدی مضامین)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۱	**تحقیق وتفہیم** (تحقیقی مضامین)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۲	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۳	**اسلام : ایک تعارف** (ہندی، مراٹھی)	مولانا اسید الحق قادری بدایونی
۴۴	**طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول)	مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی
۴۵	**فلاح دارین** (ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۴۶	**عقائد اہل سنت** (ہندی)	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۴۷	**خواجہ غلام نظام الدین قادری**	محمد تنویر خان قادری بدایونی
۴۸	**Understanding Islam**	Maulana Usaid ul Haq Qadri
۴۹	**Call to Action**	Maulana Abdul hamed qadri
۵۰	**100,Hadith Qudsi**	Maulana Usaid ul Haq Qadri

☆☆☆